شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بزبان قرآن

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزم عشاق

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد
0300-6661755

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

محبت سے درود وسلام

الصلوۃ والسلام علیک یارسول الله

وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب الله

محترم قارئین کرام! بے شک محبوب کریم ﷺ کے منہ مبارک سے کلام الٰہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ قرآن پاک ہو حدیث قدسی ہو یا حدیث پاک۔ سبھی اللہ پاک کی وحی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ تینوں کلام آپ کی زبان مبارک سے انسانیت کے سامعہ نواز ہوئے اور تینوں میں آپ کے انوار پائے جاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قرآن میں جو نور ہے وہ قدیم ہے اور نور ازل کا جلوہ ہے۔ حدیث قدسی کا نور آپ کی روح پاک کا نور ہے اور حدیث نبوی کا نور آپ کی ذات مقدسہ کا نور ہے۔

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورج کو انوار محسوسہ سے نوازا ہے اسی طرح آفتاب نبوت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ میں بھی دائمی نور پایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر اس کثرت سے انوار برستے کہ آپ ﷺ کو ایک خاص قسم کا مشاہدہ حق میسر رہتا۔ اس مشاہدہ کی حالت میں آپ ﷺ جو کلام فرماتے ہیں اس میں آپ کی روح کا نور شامل ہوتا اور وہ حدیث قدسی کہلاتی اور یہ نور خداوندی معتاد حالت سے زیادہ پھیل جاتا اور فرشتہ کلام الٰہی لے کر آتا تو یہ قرآن کریم ہوتا تھا'' (الابریز ۱۳۴)۔

یہ بات تو بہت طویل ہے پر حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن پاک پوری نسل انسانی کے نام اللہ کا پیغام ہے مگر اللہ کے اس پیغام کا اولین اور براہ راست مخاطب صرف اور صرف محبوب کریم ﷺ کی ذات ہے اور کیوں نہ ہو کہ محمد ﷺ تو اللہ کے محبوب ہیں اور محب ہمیشہ اپنے محبوب ہی سے بات کیا کرتا ہے۔ سخن روئی کسی طرف ہو خطاب ہمیشہ محبوب سے ہوتا ہے۔ آیئے مثالوں کی روشنی میں اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن میں سینکڑوں مقامات پر عقائد' عبادات' احکام' مواصلات' تشبیہ' اشارات' حقائق اور واقعات کے بیان سے پہلے الفاظ قل' الم تر' واذکر' اور واتل علیھم کا منشاء سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اچھی طرح یہ بات سمجھا دینا چاہتا ہے کہ جن چیزوں کا محبوب کبریاء ﷺ سے دور کا کوئی تعلق بھی نہیں اور وہ کافروں' مشرکوں' منافقوں یا عام لوگوں کے لئے قرآن میں شامل ہیں' ان میں بھی اپنے محبوب ہی سے خطاب کرتا اور اسی کی زبان سے تمہیں پیغام دیتا ہے۔ اس نے قرآن ازل سے رکھا ہی اس لئے تھا کہ یہ محبوب سے ہم کلامی کا واسطہ ہے۔ کلام الٰہی کی صفت ذاتی ہے اور وہ اس صفت کو اپنے

محبوب ﷺ سے برتنا چاہتا ہے۔ اس نے دوسرے نبیوں پر تمام کتابیں توریت' زبور' انجیل یکبارگی اتار دیں پر قرآن کو اپنے محبوب ﷺ کی پوری عمر نبوت پر پھیلا دیا اور 23 برس میں پورا کیا۔ صرف اس لئے کہ محبوب جب تک دھرتی کے سینے پر چلتا رہے۔ اللہ کریم اسے دیکھتا رہے اور قرآن کریم کے ذریعے اس سے باتیں کرتا رہے۔ قرآن کریم پڑھو تو جگہ جگہ پر یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ سے خطاب و گفتگو کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ جو باتیں دشمنوں سے کہی ہیں ان میں بھی محبوب پر درود وسلام کے گجرے برسا رہا ہے اور قیامت میں جب کوئی اللہ کریم کی تعریف کرنے والا دھرتی کے سینے پر موجود نہیں ہوگا' وہ خود اس وقت بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیج رہا ہوگا اور درود وسلام ہے کیا؟ محبوب کی یاد اور اس سے اپنی لازوال محبت کا اظہار ہی تو ہے اور اس اظہار میں خدا تنہا نہیں رہنا چاہتا۔ اس لئے جن و انس اور تمام فرشتوں کو بھی اپنے محبوب کی یاد میں شامل کرلیا ہے۔

درود پاک کیا ہے یاد ہے فخر دو عالم ﷺ اللہ اور سب فرشتے بھی آپ کو یاد کرتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کچھ مسلمان کہلوانے' علم کا دعویٰ کرنے اور کتابیں لکھنے والے بڑے زعم اور پندار کے ساتھ یہاں تک کہہ گئے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے محمد (ﷺ) کا خیال اور تصور آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ محمد (ﷺ) کا تصور تعظیم کے بغیر آ ہی نہیں سکتا اور نماز میں خدا کے ساتھ کسی کی تعظیم شامل نہیں ہونی چاہئے۔ افسوس یہ ہے کہ اس کج فہم لکھاری نے یہ الفاظ لکھتے وقت اپنے آقائے نعمت' رحمت دو جہاں ﷺ کی تعظیم کو پیش نظر نہیں رکھا۔ جو بدنصیب نماز سے باہر اپنے آقا کے تصور میں ان کی تعظیم ملحوظ نہیں رکھتا اسے نماز میں کب تصور مصطفےٰ ﷺ اور تعظیم محبوب ﷺ کی لذت وسرور سے حصہ ملے گا۔ مگر سوالیہ ہے کہ کیا اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کا ذکر اور تصور کسی بھی وقت کمال احترام اور انتہا درجے کی تعظیم و توقیر کے بغیر برداشت کر سکتا ہے جبکہ وہ قرآن میں ہر جگہ محبوب ﷺ کے احترام اور ادب کی اس باریک سی حد تک پاسداری کا حکم دیتا ہے جس کے آگے تعظیم و توقیر کا کوئی درجہ سوائے عبادت کے باقی نہیں بچتا۔ دیکھئے اور سنیئے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ محبوب کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ ہونے دو۔ چلتے ہوئے ان سے پہلے قدم نہ اٹھاؤ۔ ان سے ملنے کے لئے دروازے پر دستک نہ دو' باہر انتظار کرو۔ وہ کھانے پر بلائیں تو دستر خواں پر باتیں کرو نہ برتن دیکھو۔ وہ خطاب فرمائیں تو پورے دھیان سے سنو' دہرانے کی التجا نہ کرو۔ کوئی ایسا لفظ نہ کہو جس کو بگاڑ کر بھی دشمن تنقید کا شائبہ نکال سکے۔ وہ بلائیں تو نماز چھوڑ کر فوراً پہنچو۔ جس طرح تم اپنے بزرگوں کو پکارتے ہو اس سے کہیں زیادہ ادب واحترام سے ان کو پکارو۔ ان کی مجلس میں نگاہیں جھکا کر اور دل کو تقویٰ سے بھر کے بیٹھو۔ ان کے حضور آؤ تو سلام اور احترام اس طرح بجالاؤ جس طرح اللہ قادر و کریم ان پر سلام بھیجتا ہے۔

آہستہ سانس لو کہ خلاف ادب نہ ہو
بڑھ کر ہے کل جہاں سے حرمت محبوب ﷺ کی

یہ تو ہے تعظیم محبوب ﷺ کی حرمت اور اب نماز میں تصور محبوب سے منع کرنے والے کج فطرت لوگوں سے یہ سوال کہ کیا کوئی مسلمان کبھی ایسی نماز پڑھ سکتا ہے جو تصور مصطفےٰ ﷺ سے یکسر خالی ہو کیا فی الواقع ایسا ممکن ہے؟ کیا تلاوت قرآن کے بغیر نماز ہو سکتی ہے؟ اور کیا پورے قرآن میں کوئی تین اکٹھی آیات ایسی ڈھونڈ نکالی جا سکتی ہیں جنہیں سمجھ کر پڑھتے ہوئے آدمی تصور محبوب کریم ﷺ سے لبریز نہ ہو کہ قرآن کی کوئی مختصر سی مختصر آیت ایک بھی ایسی نہیں جس کو سیرت طیبہ سے واقف شخص سمجھ کر پڑھے اور وہاں براہ راست بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسی منظر یا پیش منظر میں تصور مصطفےٰ ﷺ کی سنہری کرنیں جگمگا نہ رہی ہوں اور میں آپ ﷺ کی عظمتوں کی قسم کھا کر چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بڑے سے بڑا ایلغار آ گہی کا مارا شخص کبھی قرآن کریم کی کسی چھوٹی سے چھوٹی آیت کو بھی تصور مصطفےٰ ﷺ سے عاری ثابت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اللہ قادر و کریم نے قرآن کا اسلوب بیان ہی ایسا رکھا ہے کہ جن آیات میں بظاہر محبوب ﷺ کا ذکر نہیں وہاں بھی ضمائر خطابت، حروف ندا، افعال میں واحد یا جمع مخاطب کے صیغے التفافات بیان کے اسالیب، کنایہ، مجاز، رموز و علامات، استعارے اور دیگر بہت سے قرائن کے ذریعے اپنے محبوب ﷺ کا تصور چرچا اور ذکر سجایا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ لہب میں بظاہر ابولہب، اس کی بیوی اور ان کی سزا کا ذکر ہے مگر اس کی تلاوت کرنے والا کوہ صفا کے داعی، ابولہب کی بدتمیزی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے دفاع کا تصور کئے بغیر اس کو سمجھ کر کیسے پڑھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی آیت جو صرف دو لفظوں ثم نظر پر مشتمل ہے وہ بھی اس تصور سے خالی نہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی مدافعت میں ولید بن مغیرہ کو سرزنش فرما رہا ہے اور صرف اسی دو لفظی آیت کو پڑھتے ہوئے بھی آدمی تصور مصطفےٰ ﷺ سے سرشار رہتا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ اللہ قادر و کریم اپنے محبوب کے ذکر سے ہٹ کر قرآن میں بات کرنے کا بھی روادار نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ جب اہل ایمان پر شریعت کے ایسے احکام لاگو کرتا ہے، جن میں محبوب ﷺ سرے سے شامل ہی نہیں ہیں اور نہ ان احکام کا آپ سے کوئی تعلق ہے تو وہاں بھی آیات میں آپ ﷺ کا ذکر صراحتاً یا اشارتاً موجود ہوتا ہے اور بعض جگہ تو ایسی آیات کا خطاب ہی یا ایہا النبی سے شروع ہوتا ہے۔ منشا یہ ہے کہ دنیا اچھی طرح جان لے کہ محبوب ﷺ کے واسطہ عظمیٰ کے بغیر دین کا کوئی عام سا حکم اور دنیا کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت بھی مخلوق کو حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ بھی کہ اولاً آدم پہچان لے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے محبوب ﷺ سے گفتگو کرتا رہے، ان کے ذکر کو بلند کر دے اور ان کے نام سے دنیا میں ہر سو اجالا پھیلا دے۔ جبھی تو وہ قرآن میں اہل ایمان کے فکر و شعور کو اس حوالے سے آزماتا ہے کہ بظاہر جہاں جہاں اس نے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر نہیں کیا وہ وہاں بھی محبوب کبریاء ﷺ کا تصور باندھنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ جب ہم قرآن کھولتے ہیں تو اس کا پہلا ہی صفحہ اس حقیقت کی شہادت ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتا ہے۔ آیئے ترجمہ پڑھیں وہ عظیم الشان کتاب اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، ہدایت ہے متقین کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور نماز

قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل ہوا آپ ﷺ پر یہاں رکیئے اوران آیات پر غور کیجئے۔آپ دیکھیں کے پہلا تین سطروں میں کہیں بھی رحمت دو جہاں ﷺ کا ذکر صراحتا یا کنایتا موجود نہیں جبکہ چوتھی سطر میں اچانک ضمیر مخاطب (ایک میں کاف بمعنی تم یا آپ) وارد ہوئی ہے جس کا خطاب محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں فصاحت کا تقاضا ہے کہ ضمیر سے پہلے عبارت میں اسم ظاہر موجود ہونا چاہیے جو اسم ضمیر کا مصداق بنے مگر قرآن مجید کا پہلا ہی صفحہ پکار پکار کر ساری کائنات کو بتا رہا ہے کہ دنیا والو کھلی آنکھوں سے دیکھ لو اور ہوش کے کانوں سے سن لو کہ اللہ قادر و کریم کے کلام میں جہاں جس سطر اور جس جملے میں بظاہر تمہیں آپ کا نام مبارک نظر نہ آئے یا ان کا ذکر محسوس نہ ہو حقیقت میں وہاں بھی انہیں کا جلوہ ہے۔رب وہاں بھی اپنے محبوب ہی سے باتیں کر رہا ہے۔روئے سخن کسی طرف ہو۔خطاب ہمیشہ انہی سے رہتا ہے۔کلام الٰہی کے لفظ لفظ سے محمد ﷺ کا چہرہ جھلکتا ہے اور حرف حرف کا محور انہی کی ذات ہے۔حاصل یہ کہ قرآن کا براہ راست اور اولین خطاب صرف اور صرف ذات مصطفےٰ ﷺ سے ہے اور باقی ساری کائنات آپ ﷺ کی مخاطب ہے۔وحی الٰہی کی برسات صرف محمد ﷺ کے قلب اطہر پر ہو رہی ہے اور آپ ﷺ کے سینہ اقدس سے رحمت کی موجیں اٹھ اٹھ کر ساری دنیا کو سیراب کر رہی ہے۔رب کریم قرآن کریم میں اپنے محبوب سے گفتگو کر رہا ہے اور انہی کے ذریعے اولاد آدم کو اپنے پیغام سے نواز رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہنا تھا اپنے محبوب ﷺ سے کہہ دیا ہے اور اب رہتی دنیا ساری مخلوق کے لئے مصطفےٰ ﷺ کی زبان ہی اللہ کی ترجمان ہے۔

تجھ سے نوائے صبح ازل نے کیا خطاب
عالم سے تیرا شام ابد تک خطاب ہے
قرآن کے لفظ لفظ کی تفسیر ہیں حضور ﷺ

جیسا کہ پیچھے گذرا دین کا سرچشمہ محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور قرآن سیرت مصطفےٰ ﷺ کا الوہی بیان۔اس کی سطر سطر میں محمد ﷺ کی شخصیت کے دھنک رنگ جگمگا رہے ہیں اور لفظ لفظ سے آقا کی ادائیں جھلک رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ قرآن کا نزول بھی محبوب کریم ﷺ کے سینہ اقدس اور اس کے براہ راست اولین مخاطب بھی آپ ہی ہیں۔اللہ کریم اپنی مخلوق سے آخری بار محبوب کریم ﷺ کے واسطے سے ہمکلام ہوا اور نوع انسانی کے نام اپنا آخری پیغام انہی کے ذریعہ پہنچایا۔اس پیغام کے دو حصے ہیں۔الفاظ اور معانی۔الفاظ محبوب ﷺ اسی زبان سے نکلتے ہیں اور معانی آپ کی سیرت سے کھلتے ہیں۔یوں رہتی دنیا تک ساری مخلوق کے لئے آپ ﷺ کی زبان خدا کی ترجمان اور آپ ﷺ کی سیرت اللہ تعالیٰ کا آئینہ بن گئی ہے۔اللہ کریم نے اپنی پسند کو الفاظ میں ڈھالا تو قرآن سجا دیا اور عمل کا پیکر تراشا تو محمد ﷺ بنا دیا۔اللہ کا علم قرآن ہے اور اس کا خلق مصطفےٰ ﷺ۔وہ بولے تو قرآن اترا ہے اور برتے تو مصطفےٰ ﷺ کی

ادائیں بنتی ہیں۔اللہ کا جمال اس کی کتاب میں بند ہے اور اللہ کا کمال ذات محمد ﷺ سے ہویدا۔قرآن اللہ کریم کا خاموش اظہار ہے اور محمد ﷺ اس کا چلتا پھرتا آئینہ۔

خاموش یہ رہے تو اللہ کی کتاب ہے
اور بولنے لگے تو رسالت مآب ﷺ ہے

یوں دیکھیں تو قرآن لفظ ہے اور محمد ﷺ اس کا معنی ۔قرآن پیغام ہے تو محمد ﷺ اس کا مظہر۔ قرآن مثبت ہے تو محمد ﷺ اس کا آئینہ۔قرآن منطق ہے تو محمد ﷺ اس کا پیکر۔قرآن حکم ہے تو محمد اس کی تکمیل۔

قرآن اللہ کا کلام ذاتی ہے یعنی اس کی ازلی صفت اور جب اس نے چاہا کہ اپنی اس صفت کو کسی مخلوق کے قالب میں ڈھالے تو محبوب کریم ﷺ کا پیکر وجود میں آیا۔عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن دو مرحلوں میں نازل ہوا۔پہلے مرحلے میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی اور وہاں سے قلب محبوب کریم ﷺ پر تدریجاً حسب ضرورت۔ بجا مگر یہ دونوں مرحلے قرآن کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں۔میرا احساس یہ ہے کہ قرآن محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی پر دو بار نازل ہوا۔ایک بار معناً صفت الٰہی کے طور پر روح محمد ﷺ پر اترا اور دوسری بار لفظاً کلام الٰہی کی حیثیت سے قلب مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ پہلا نزول لامکان میں ہوا اور دوسرا زمین پر۔ پہلا ازل میں ہوا دوسرا ساتویں صدی عیسوی میں ۔ پہلا نزول اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو بنایا اور ان کے سوا کچھ موجود نہ تھا اور دوسری بار اس وقت اترا جب محبوب ﷺ خاتم النبیین بن کر اللہ کی منشائے ہدایت کی تکمیل کے لئے حجاز میں جلوہ گر ہوئے۔ پہلا نزول روح محمد ﷺ پر تھا اور دوسرا قلب مصطفےٰ ﷺ پر۔ پہلی بار الفاظ نہیں اللہ کی صفت کلام اتری اور دوسری بار کلام الٰہی الفاظ کے ساتھ آیا۔صفت نے وجدان ابھارا اور الفاظ سے شعور جاگا۔ پہلا نزول محبوب ﷺ کی ذات کے لئے تھا اور دوسرا پوری کائنات کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب مخلوق بھی وجود سے عاری تھی اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ صرف نبی ہی نہیں بلکہ آخری نبی بن چکے تھے۔ہم جانتے ہیں جب تک وحی نہ اترے کوئی انسان نبی نہیں بنتا۔پھر محبوب کریم ﷺ کو تخلیق سے پہلے نبی تھے تو یقیناً قرآن اتر چکا تھا اور یہی تو نزول اول ہے قرآن کا۔اسی نزول نے محبوب کریم ﷺ کو سراپا ہدایت بنا دیا۔اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے جلوے آپ ﷺ کی روح پر برستے رہے اور آپ ﷺ ان جلوؤں کا مظہر اتم بنتے گئے۔کلام الٰہی آپ ﷺ پر اترتا گیا اور آپ ﷺ اس کے سانچے میں ڈھلتے گئے۔تجلی ذات سے آپ ﷺ نے وجود پایا اور وحی صفات سے آپ ﷺ کی شخصیت نکھری۔ قرآن کے انوار آپ ﷺ کی ذات میں جذب ہوئے اور آپ ﷺ آئینہ قرآن بنتے گئے۔قرآن نور ہے تو یہ نور پیکر مصطفےٰ ﷺ میں اترا اور آپ کا انگ انگ نور بن گیا۔محبوب کریم ﷺ کی دعائے نور پڑھیئے۔اللھم اجعل بدنی نورا والحمی نورا وعظمی نورا واشعری نورا۔۔۔الخ

یعنی اے اللہ میرے بدن' میرے گوشت پوست' میرے خون' میری ہڈیوں' میرے بالوں اور میرے جسم کے روئیں روئیں کو نور بنا دے''۔ یہ دعا تمنائے نور ہے اور قرآن بتاتا ہے کہ اللہ قادر و کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو سراپا نور بنا دیا۔ قد جاء کم من الله نور وكتاب مبين آپ ﷺ جلوہ نور کبریاء ہیں حقیقت نور' وجود نور' ظاہر نور' باطن نور غرض سر سے پاؤں تک مجسم نور ہیں (مزید تفصیل ہماری کتاب ''میرا محبوب ﷺ کتنا حسین ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لب نور' دہن نور' زبان نور' بیان نور' دل نور' جگر نور' جبیں نور' نظر نور' سر تا بہ قدم نور' عیاں نور' پنہاں نور' ہر سمت تری نور' ادھر نور' ادھر نور۔ قرآن علم الٰہی کا مظہر ہے تو یہ ظہور محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس میں کامل واتم۔ قرآن نے آپ کو دعا سکھائی' رب زدني علما اور اللہ کریم نے اس دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ وعلمك مالم تكن تعلم یعنی اے محبوب ﷺ تجھے ہر علم دے دیا' یہاں تک کہ اپنا خاص الخاص علم غیب بھی تجھ پر بے نقاب کر دیا۔ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول قرآن خبر ہے تو آپ مخبر صادق۔ تلك من انباء الغيب نوحيها اليك زمان و مکاں کی سب برکتیں آپ ﷺ کی شخصیت پر آشکار ہیں۔ جب اور جتنے چاہیں پردے سرکا دیں اور ماضی حال' مستقبل کی خبریں سنا دیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ فاخبرنا بما كان وبما هو كائن الى يوم القيامه یعنی محبوب کبریاء ﷺ نے ایک نشست میں آغاز تخلیق سے انجام قیامت تک جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے سب ہمیں سنا دیا۔ قرآن ہدایت ہے تو محبوب کریم ﷺ اس ہدایت کا سرچشمہ بن گئے ہیں بلکہ اللہ کریم نے تو فرق بتا دیا ہے کہ قرآن خود ہدایت نہیں دیتا بلکہ صرف ذریعہ ہدایت ہے جبکہ محبوب کریم ﷺ خود ہدایت دینے والے ہیں۔ ولكن جعلناه نورا نهدى به من يشاء من عبادنا و انك لتهدى الى صراط مستقيم یعنی اس قرآن کو ہم نے نور بنا دیا ہے' جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں خود ہدایت دیتے ہیں اور اے میرے محبوب ﷺ بے شک آپ تو خود صراط مستقیم کی طرف ہدایت دینے والے ہیں۔ گویا قرآن کی ہدایت جب ذات مصطفےٰ ﷺ پر اتری تو آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ سراپا ہدایت ٹھہرے بلکہ اس سے بڑھ کر ہادی و رہنما بن گئے اور رہنما بھی ایسے کہ۔

در فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

شان رسول ﷺ بزبان قرآن

محترم قارئین کرام! یوں تو سارا قرآن ہی فضائل محبوب کریم ﷺ پر مشتمل ہے۔ ہر آیہ مبارکہ آپ کا مستقل معجزہ ہے اور منکرین رسالت مآب ﷺ کو کھلا چیلنج ہے۔ ''تم اس کی مثل کوئی سورۃ بنالاؤ اور اس سلسلے میں اپنے تمام مددگاروں کو اللہ کے سوابلالو' اگر تم سچے ہو'' مگر زمانہ گواہ ہے کہ آج تک مثل قرآن نہ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔ (قرآن پاک کے متعلق مکمل بحث انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہے)۔

قرآن پاک نے بہت سی جگہ پر نہایت واضح الفاظ میں محبوب کریم ﷺ کی شان بیان فرمائی' ان میں سے چند ایک آیات مبارکہ ملاحظہ فرمایئے (مزید تفصیل ہماری کتاب ''سارا قرآن نعت محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ یآایھا الذین آمنو لا تقولوا راعنا وقولوانظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم ''اے ایمان والو! 'راعنا' نہ کہا کرو بلکہ یوں عرض کرو کہ ہم پر نظر شفقت فرمایئے اور پہلے ہی بغور سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب شمع رسالت ﷺ کے پروانے بارگاہ خیر الانام ﷺ میں جمع ہوتے اور محبوب کریم ﷺ ان کو کلام مبارک سے مشرف فرمارہے ہوتے تو اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تو وہ عرض کرتا راعنا یارسول اللہ (ﷺ) یعنی یارسول اللہ ﷺ اس کلام میں ہماری رعایت فرمایئے' یعنی دوبارہ ارشاد فرمایئے۔ لفظ راعنا یہود کی زبان میں گالی تھی' وہ بھی محبوب کبریاء ﷺ کو راعنا ''چرواہا یا احمق'' معاذ اللہ کہنے لگے اور دل میں خوش ہونے لگے کہ خوب کلمہ ہاتھ لگا۔ ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو نیت کو بھانپ گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے دشمنان خدا! تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اگر آئندہ میں نے کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہود نے کہا کہ ہم پر کیوں بگڑتے ہو؟ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اس پر آپ نہایت غمزدہ حالت میں بارگاہ محبوب کریم ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ادھر تو یہ حاضر ہوتے ہیں اور ادھر جبریل امین علیہ السلام یہ آیۂ مبارکہ لے کر آجاتے ہیں کہ اے مسلمانو! آئندہ راعنا کہنا ہی بند کردو تاکہ کسی بدبخت کو گستاخی کا موقع ہی نہ ملے اور آئندہ انظرنا عرض کیا کرو۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے رحمت دوجہاں ﷺ کی کہ خدائے بزرگ و برتر کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے محبوب ﷺ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا لفظ بولا جائے کہ جس میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو۔

☆ قد نری تقلب وجھك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضھا فول وجھك شطر المسجد الحرام ''تحقیق ہم ملاحظہ فرمارہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا پس ہم آپ کو پھیرتے ہیں اس قبلہ کی طرف' جس پر کہ آپ (ﷺ) راضی ہیں' پس اپنا چہرہ انور مسجد حرام کی طرف کرلو''۔

تفسیر مظہری' خزائن' روح البیان میں ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے ایک بار جبریل امین سے اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ بیت اللہ شریف چونکہ میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے' اس لئے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبلہ بنادے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا' میں تو بندہ مامور ہوں اور آپ حبیب اللہ اور خدائے لم یزل کے بہت مقرب ہیں' دعا فرمایئے' تو تب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ معتبر تفاسیر میں ہے کہ آپ دو (۲) ہجری پندرھویں رجب پیر کے دن ظہر کے وقت مسجد قبلتین (مسجد بنوسلمہ) میں ظہر کی نماز ادا فرمارہے تھے' مگر اللہ جانے آج کی نماز میں کیا راز ہے' دلی خواہش کے مطابق تبدیلی قبلہ کے لئے انتظار وحی میں آسمان کی طرف بار بار نظر فرمارہے ہیں۔ ابھی صرف دو رکعت ہی ادا فرمائی تھی کہ رحمت الٰہی جوش میں آجاتی ہے جبریل امین علیہ السلام یہ آیۂ مبارکہ لے کر حاضر خدمت ہوجاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کرلیں' چنانچہ بقیہ دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا فرمائی گئیں۔

☆ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم والله غفور الرحيم ''اے محبوب (ﷺ) آپ فرمادیں کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ' اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے گا' اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے''۔

مفسرین کرام' محدثین کرام' محققین کرام فرماتے ہیں کہ جب محسن کائنات ﷺ نے یہود و نصاریٰ کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کے پیارے ہیں' ہمیں تمہاری اتباع کی کیا ضرورت ہے' تو تب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا صرف وہی ہے جو محبوب کبریاء ﷺ کا تابع فرماں ہے۔

☆ واذ اخذالله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتومنن به ولتنصرنه ط قال ء اقررتم واخذتم على ذالكم اصري ط قالوا اقررنا قال فاشهدو اوانا معكم من الشهدين ط ''اور یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم ضرور بالضرور اس رسول پر ایمان لے آنا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا' سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کرلیا تو فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ' اور خود میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں'' (سورۃ آل عمران)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے رحمت دو جہاں ﷺ پر ایمان لانے اور معاون بننے کا وعدہ لے لیا جو کہ فی الحقیقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں سے بھی وعدہ تھا

کیونکہ امت تو اپنے نبی ہی کے پیچھے ہوگی اور پھر شب معراج میں اس کا اظہار یوں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں مقتدی تھے اور امام الانبیاء ﷺ امام۔ ثابت ہوا کہ کوئی بھی شخص جو کسی بھی نبی کا امتی ہوا س پر محبوب کریم ﷺ کا زمانہ اقدس پاتے ہی رحمت دوجہاں ﷺ پر ایمان لانا واجب ہوگا۔

☆ لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ''بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا جوان پر اس کی آیات مبارکہ تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے'' (سورۃ ال عمران)۔

اللہ تعالیٰ کی ہر انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو ناممکن ہے، مگر کسی بھی نعمت پر اس طرح اظہار احسان نہیں فرمایا جیسا کہ جان کائنات ﷺ کی تشریف آوری پر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ رسول نہ صرف تمہیں آیات الٰہیہ کی تلاوت سے مشرف فرماتے ہیں بلکہ تمہیں روح وجسم کی پاکیزگی بھی عطا فرماتے ہیں، یعنی عیسائیوں کی طرح بپتسمہ نہیں دیتے بلکہ نظر کرم سے ہی روح کو کفر وشرک کی نجاست سے نجات دے دیتے ہیں (خیال رہے کہ عیسائی اپنے بچوں کو پیدائش کے ساتویں سال اور دوسروں کو عیسائی بناتے وقت زرد پانی کے حوض میں غوطہ دیتے ہیں، اسے بپتسمہ دینا کہتے ہیں)۔ آخر میں ارشاد ہوا کہ تم صریح گمراہی میں تھے۔ بیشک محبوب کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اہل دنیا کی عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً جو حالت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، سفاح (یعنی لوگ اپنی بیویوں کو روسائے عرب اور سرداران قوم کے پاس بھیجتے تاکہ یہ ان کے نطفوں سے حاملہ ہوں۔ اگر وہ حاملہ ہو جاتیں، تو مرد فخر سے بتاتا کہ میری بیوی کو فلاں چوہدری کا حمل ہے) جاہلیت عروج پر تھا، لوگ ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص ''اساف'' نے بیت اللہ شریف کے اندر ایک عورت ''نائلہ'' سے زنا کیا اور غضب الٰہی سے وہ دونوں پتھر ہو گئے۔ مشرکین مکہ نے ان دونوں پتھروں کے مجسموں کو اٹھایا اور ایک کو صفا اور دوسرے کو مروہ کے پاس نصب کر دیا اور دونوں کو خدا سمجھ کر پوجنے لگے اور جب صفا اور مروہ کے پاس آتے جاتے تو تمام مشرک بشمول ابوجہل ان کو سجدہ کرتے اور چھوتے تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو کھودنے کا ارادہ فرمایا تھا تو انہی بتوں کی وجہ سے مشرکین نے مخالفت کی تھی (مدارج النبوۃ وغیرہ)۔

قارئین کرام آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی کتنے دانا تھے، جن پر غضب خدا

نازل ہوا' وہی ان کے خدا بن گئے۔ اس حالت میں مذکورہ بالا آیۂ مبارکہ کے اس جملہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

☆ وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسوله من یشآء فامنوا بالله ورسوله ''اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ عام لوگوں کو علم غیب دے' ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے' پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر'' (سورۃ آل عمران)۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے میری تمام امت پیش کی گئی' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی تمام نسل اور جو مجھ پر ایمان لانے والے ہیں یا نہیں لانے والے' وہ سب مجھے بتا دیئے گئے ہیں۔ اس فرمان کی اطلاع منافقوں کو پہنچی' تو وہ مذاق کرتے ہوئے بولے کہ محمد (ﷺ) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے' وہ ان کے بھی مومن وغیر مومن ہونے کو جانتے ہیں' جبکہ ہم ان کے پاس رہتے ہیں اور یہ ہمیں بھی مسلمان ہی سمجھتے ہیں' چنانچہ محبوب کبریاء ﷺ ممبر شریف پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے وہ کس وجہ سے ہمارے علم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں؟ تم اپنے زمانے سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھو' تم جو بھی پوچھو گے ہم بتا دیں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا ''حذافہ'' اس کے فوراً بعد' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا حبیب اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے' قرآن کے امام ہونے اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں (آپ ہم اہل ایمان پر ناراض نہ ہوں) ہمیں معافی دیجئے' تب مالک دوجہاں ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے کہ کیا آئندہ بھی طعن کرو گے؟ کیا باز رہو گے؟ ممبر شریف سے اتر آئے (تفسیر مظہری' خزائن' نور العرفان' خازن وغیرہ)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی تو حضرت عبداللہ کی والدہ ان سے سخت ناراض ہوئیں اور بولیں تیرے جیسا بیٹا میں نے کہیں نہیں دیکھا' کیا تجھے علم نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کیا کچھ کیا کرتی تھیں۔ اگر خدانخواستہ میں نے کوئی غلطی کی ہوتی تو تو نے مجھے بھری محفل میں رسوا کر دیا ہوتا۔ محبوب کبریاء ﷺ سے یہ پوشیدہ نہیں کہ درحقیقت کس کا کون باپ ہے۔

☆ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآءوك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں پھر اے محبوب (ﷺ)! آپ کے حضور حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول (یعنی اے محبوب) تم ان کی سفارش فرماؤ تو وہ گنہگار) یقیناً اللہ تعالیٰ کو معاف فرمانے والا مہربان پائیں گے'' (سورۃ النساء)۔

اس آیۂ کریمہ میں گناہوں کے مریض کو نہ صرف بارگاہ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا گیا ہے بلکہ صدیق دل سے حاضر ہونے والے کو شفایاب ہونے کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔

☆ حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن کائنات ﷺ کو رحلت فرمائے ہوئے صرف تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی قبر انور سے چمٹ کر یوں عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ نے اپنے رب کریم سے سنا اور لیا اور ہم نے آپ سے لیا یعنی قرآن کریم اس میں یہ آیت بھی ہے ولو انهم اذظلمو....... آخر تک آیت تلاوت کی اور کہا میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میری سفارش فرمائیں۔ اعرابی جذبہ شوق سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اتنے میں قبر انور سے آواز آئی قد غفرلك ''تحقیق تیری مغفرت ہوگئی'' (جذب القلوب' تاریخ مدینہ)۔

☆ محمد بن حرب بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ محبوب کریم ﷺ میں حاضر تھا' اتنے میں ایک اعرابی آیا اور قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر (انتہائی جذبۂ شوق) سے عرض کرنے لگا' اے خیر الرسل ﷺ اللہ قادر و کریم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس میں ارشاد فرمایا ولو انهم اذظلمو.... (پوری آیت تلاوت کی اور عرض کیا) یارسول اللہ ﷺ میں بھی گنہگار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کو اپنا سفارشی بناتا ہوں' پھر چند اشعار پڑھے اور چلا گیا' وہیں بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آ گئی اور خواب میں دیکھا کہ مالک دوجہاں ﷺ مجھے ارشاد فرما رہے ہیں کہ جاؤ اس اعرابی کو بشارت سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو میری شفاعت کی برکت سے بخش دیا ہے (جذب القلوب' تاریخ مدینہ)۔

☆ فلا وربك لایومنون حتى یحكموك فيما شجر بينهم ثم لايجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما ''(تو اے محبوب ﷺ) آپ کے رب کی قسم وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمام تنازعات میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور آپ جو بھی فیصلہ فرما دیں اس کے لئے اپنے دل میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں بلکہ مکمل طور پر دل سے تسلیم کر لیں'' (سورۃ النساء)۔

محترم قارئین کرام! ذرا انداز بیان ملاحظہ فرمائیے کہ قسم تو اپنی ذات کی ہی فرمائی مگر یوں نہیں کہ مجھے اپنی ذات کی قسم یا میری بزرگی کی قسم' بلکہ ارشاد ہوا۔ اے محبوب مجھے تیرے رب کی قسم' سبحان اللہ تعالیٰ کتنا پر لطف کلام ہے' گویا یوں ارشاد ہوا' اے محبوب ﷺ ہمیں قسم ہے کہ جو تمہارا غلام نہیں وہ ہمارے حضور بھی مردود ہے' ایمان صرف اسی کا قبول ہے جو تمہارا تابع فرماں ہے۔

☆ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حرہ کے ایک پہاڑی نالے کے پانی سے کھیتوں کو سراب کرنے کے متعلق ایک انصاری کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا جھگڑا تھا' دونوں فیصلہ

کے لئے مالک دوجہاں ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا زبیر تم سینچ لو' پھر اپنے ہمسائے کی زمین کی طرف پانی چھوڑ دو۔ اس پر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور بولا یارسول اللہ ﷺ اس فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ زبیر آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ یہ سن کر رحمت دوجہاں ﷺ کے رخ انور کا رنگ بدل گیا اور ارشاد فرمایا۔ زبیر زمین سینچنے کے بعد پانی کو اتنا روکے رکھو کہ پانی منڈیر تک پہنچ جائے' پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس طرح آپ ﷺ نے زبیر کو پورا حق دیا جبکہ صریح حکم میں انصاری نے آپ کو ناراض کر دیا حالانکہ پہلے آپ ﷺ نے ایسا مشورہ دیا تھا کہ جس میں دونوں کے لئے فراخی تھی (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' مشکوۃ)۔

☆ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم کی قسم میرا خیال ہے کہ اسی سلسلہ میں آیۂ مذکورہ بالا کا نزول ہوا (مظہری)۔

امام محی السنۃ فرماتے ہیں کہ مجاہد اور شعبی کے نزدیک اس کا شانِ نزول یوں ہے کہ بشر منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا تھا' دونوں فیصلہ کے لئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا' کیونکہ وہ سچا تھا۔ منافق یہودی سے بولا چلو عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلتے ہیں اور فیصلہ کرواتے ہیں' چنانچہ دونوں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ یہودی بولا عمر! خیال رکھنا کہ اس سے پہلے مالک دوجہاں ﷺ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں' مگر یہ نہیں مانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر گئے اور تلوار نکال لائے' آتے ہی اس منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا' جسے میرے آقا رسول عربی ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں' عمر کے ہاں اس کا یہ فیصلہ ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے' اس سے جواب طلبی فرمائیں۔ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا' مجھے تو عمر سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! اس آدمی کو کیوں قتل کیا؟ اسی وقت جبریل امین یہ آیۂ کریمہ لے کر حاضر ہو گئے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس خون سے بری قرار دے دیا (مظہری' ابن ابی حاتم سے تاریخ الخلفاء للسیوطی)۔

☆ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ''جو کوئی رسول ﷺ کا تابع فرماں ہے' وہی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے''۔

مروی ہے کہ ایک بار رحمت دوجہاں ﷺ نے بحکم خدا اپنی اطاعت کا حکم دیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بولا کہ محمد (ﷺ) اب اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی اطاعت کروانا چاہتے ہیں (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ کیا اب ہم ان کو عیسائیوں کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رب مان لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔ جس میں بتایا گیا کہ اطاعت مصطفیٰ ﷺ میں درحقیقت

اطاعت خدائے ذوالجلال ہے اور جوان کا نافرمان ہے خدائے لم یزل کا فرمانبردار نہیں کہلا سکتا (تفسیر سیدنا ابن عباس)۔

☆ ومن یشاق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب ''اور جوکوئی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے یا کرتا ہے (وہ جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے'' (سورۃ انفال)۔

یہ آیۂ مبارکہ غزوہ بدر کے متعلق ہے کہ کافروں کوذلت ورسوائی اس لئے ملی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے نافرمان تھے اور یہ قانون ہمیشہ کے لئے ہے کہ جوکوئی کسی بھی نبی برحق کا نافرمان وگستاخ ہوگا' اللہ تعالیٰ کے حضور ملعون ومقہور ہوگا' خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم وفاضل اور عابدوزاہد کیوں نہ ہو۔ ابلیس لعین کی مثال اہل اسلام اور اہل کتاب سب کے سامنے ہے اگر آدم علیہ السلام کے انکار کا یہ بدلہ ہے تو سیدالانبیاء ﷺ کے انکار کا بدلہ کیا ہوگا۔

☆ وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ''اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ (ﷺ) پر کتاب وحکمت نازل فرمائی اور آپ (ﷺ) کو وہ (سب) علم سکھا دیا' جو کچھ آپ (ﷺ) نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ (ﷺ) پر بڑا فضل ہے'' (سورۃ النساء)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان اسرار ورموز سے مطلع فرمایا کہ جو انسانی ادراک سے کہیں ماوریٰ ہیں اور یہ بات تو بدترین دشمن بھی تسلیم کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی بھی شخص سے اکتساب علم نہیں کیا اور کوئی بھی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں نے ایک حرف بھی محبوب کبریاء ﷺ کو پڑھایا یا کوئی شے سکھائی ہے اور ہم اہل اسلام پوری دنیا کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا رسول عربی ﷺ کی پوری (ظاہری) حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کا کوئی بھی ایسا قول یا فعل ثابت نہیں کرسکتے کہ جو حکمت ودانائی کا گلدستہ نہ ہو۔ وہ گھریلو زندگی ہو یا خارجی' وہ نجی زندگی ہو یا اجتماعی' وہ میدان جنگ ہو یا تخت عدالت' وہ یتیموں پر شفقت فرمائی جارہی ہو یا سلاطین زمانہ کے نام خطوط بھیجے جارہے ہوں ہر جگہ اور ہر مقام پر علم ودانش' تدبر وحکمت کے وہ گوہر لٹائے کہ زمین تو زمین آسمان والے بھی عش عش کراٹھے۔ بلاشبہ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔

☆ یایھاالناس قدجاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا ''اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا'' (سورۃ النساء)۔

اللہ قادر وکریم نے الناس فرما کر گویا پوری نوع بشر کو مخاطب فرمایا' اس میں یہودی' عیسائی' آتش پرست' ستارہ پرست' دہریئے اور بت پرست غرضیکہ تمام اولاد آدم شامل ہے۔ ان سب سے ارشاد فرمایا

کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل یعنی (عندالمفسرین) محبوب کبریاء ﷺ تشریف لائے۔ ظاہر ہے کہ دلیل دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لئے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کے اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ اس کے رسول ہیں کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ یعنی اللہ قادر وکریم وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ (ﷺ) کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

رحمت دو جہاں ﷺ نے جب اہل مکہ کو توحید خداوندی کی دعوت دی تو سب سے پہلے اپنے آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ اے اہل مکہ میری زندگی کا ایک بڑا حصہ یعنی چالیس سال تمہارے اندر گزرے ہیں۔ میری پوری چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک گوشہ تمہارے سامنے عیاں ہے تو کیا تم میری اس زندگی کے کسی بھی لمحے پر انگشت نمائی کر سکتے ہو؟ کہ فلاں لمحے تم نے معاذ اللہ فلاں قبیح فعل کیا تھا یا جھوٹ بولا یا وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ تمام اہل مکہ نے بیک زباں اقرار کیا کہ نہیں' ہرگز نہیں' آپ کے بدترین دشمن بھی تمہاری امانت وصداقت پر شک نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے نزدیک صادق اور امین ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا پھر جان لو یہ بت جھوٹے ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی وحدہ لاشریک ہستی ہے کہ جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا۔ اس میں شک نہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ کے دشمن بن گئے۔ آپ کو شہید کرنے کے پروگرام بنانے لگے' حتیٰ کہ اس نیت فاسدہ سے کاشانہ اقدس کا محاصرہ بھی کر لیا اور محاصرہ کرنے والوں میں مکہ کے ہر معتبر قبیلہ کا کوئی نہ کوئی فرد ضرور موجود ہے۔ دشمنی اس قدر شدید ہے کہ لات وعزیٰ کی قسمیں اٹھا کر آج شہید کرنے کے لئے حملہ آور بھی ہیں' مگر اعتماد کی یہ حالت ہے کہ اپنی امانتیں بھی محسن کائنات ﷺ کے پاس رکھی ہوئی ہیں۔ چھ (٦) ہجری بمطابق ٦٢٨ء میں مشہور عیسائی بادشاہ ہرقل روم نے ابوسفیان بن حرب (جو اس زمانہ میں حضور انور ﷺ کا بدترین دشمن تھا) سے دریافت کیا کہ اس مدعی نبوت نے کبھی عہد شکنی یا بدعہدی کی؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ تو صادق وامین ہے' اس نے کبھی بدعہدی نہیں کی تو ہرقل نے کہا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا' وہ خدا پر کب جھوٹ بول سکتا ہے' وہ یقیناً سچا نبی ہے۔ حضور سید المرسلین ﷺ ایک ایسی ہستی ہیں کہ دشمن بھی ان میں نقص نہیں نکال سکتے۔

اکثر علماء کرام کے نزدیک برہان سے مراد جان کائنات ﷺ کے معجزات ہیں کہ آپ سرانور کے بال مبارک سے لے کر قدم انور تک سراپا معجزہ ہیں۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

☆ یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ط واللہ یعصمک من الناس ''یارسول اللہ (ﷺ) لوگوں تک پہنچا دو جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل فرمایا گیا' اگر ایسا نہ ہوا تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا'' (سورۃ مائدہ)۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام محی السنۃ نے محمد بن کعب قرظی سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ جب سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہوتے اور راستہ میں کہیں ٹھہرتے تو ہم راحت دوجہاں ﷺ کے لئے سب سے بڑا درخت اور اس کا سایہ چھوڑ دیتے تاکہ آپ وہاں آرام فرمائیں۔ ایک دن راحت جاں ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے اور آپ ﷺ کی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور تلوار اتار لی' اتنے میں محبوب کبریاء ﷺ کی آنکھ کھل گئی تو وہ اعرابی تلوار تان کر بولا محمد (ﷺ) اب مجھ سے تم کو کون بچائے گا؟ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا اللہ بچائے گا اور فرمایا کہ تلوار رکھ دے۔ یہ سنتے ہی اعرابی کا ہاتھ کپکپانے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور اعرابی نے اپنا سر اتنے زور سے درخت کے ساتھ مارا کہ اس کا دماغ پارہ پارہ ہوگیا' تب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر مظہری جلد ۳)۔

اللہ قادروکریم نے محبوب ﷺ کی اس طرح حفاظت فرمائی کی بیشمار کوششوں کے باوجود کفار آپ ﷺ کو شہید نہ کرسکے۔ ایک بار ابوجہل لعین نے مالک دوجہاں ﷺ کو حالت سجدہ میں دیکھا تو ایک بڑا پتھر اٹھالایا تاکہ معاذ اللہ سرانور کچل ڈالے جونہی وہ نزدیک ہوا تو خوفزدہ ہوکر پیچھے بھاگا اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا' ابوالحکم تجھے کیا ہوا؟ رنگ بدلا ہوا ہے' بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے اس کے قریب ایک اونٹ دیکھا' اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس کا وہ سر' گردن اور دانت دیکھے کہ آج تک کسی اونٹ کے ایسے (ہیبت ناک) نہ دیکھے' وہ اونٹ مجھے کھانے کے لئے دوڑا تھا۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اگر ابوجہل اور قریب آتا تو اسے پکڑ لیتے (سیرت ابن ہشام)۔

☆ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبئث ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم ''جولوگ غلامی کریں گے اس رسول (ﷺ) کی جو نبی امی ہیں جیسے وہ لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں وہ (رسول ﷺ) انہیں بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع فرمائیں گے اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے وہ ان کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے (یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر تھے'' (سورۃ الاعراف)۔

مذکورہ بالا آیۂ مبارکہ میں رحمت دوجہاں ﷺ کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں کوئی بھی غیر متعصب شخص انکار نہیں کرسکتا' اس آیۂ مبارکہ میں محبوب کریم ﷺ کی صفت 'نبی امی' کا ذکر ہے۔ نبی کا معنی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا (مصباح اللغات صفحہ ۸۴۷ مطبوعہ کراچی)۔

اور امی کا معنی ہے 'ان پڑھ' ایک معنی ہے امت والا اور یہ دونوں معنی حدیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ 'نبی امی' امام الانبیاء ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے کہ کسی سے پڑھے بھی نہیں اور اخبار غیب بھی دیتے ہیں اور

انبیاء گزشتہ کے تمام واقعات سے بھی مطلع ہیں' بہت سی آئندہ کی پیشین گوئیاں بھی فرماتے ہیں جو کہ حرف بحرف درست ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جو کلام اللہ تعالیٰ کی مقدس آیات کریمہ کی تلاوت فرماتے' وہ ہمیشہ بغیر کسی تبدیلی کے منظم طریقہ سے تلاوت فرماتے' حالانکہ ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا بھی عالم و فاضل کیوں نہ ہو اگر بغیر لکھے فی البدیہہ کوئی تقریر کرے اسے کہا جائے کہ دوبارہ وہی تقریر کرو جو پہلے کر چکا ہے تو ضرور دوبارہ وہ مکمل طور پر لفظ بلفظ وہی تقریر نہیں کر سکتا' کچھ نہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی ضرور ہو جائے گی یا کسی چیز کو سمجھا تا ہوا اسی مفہوم کا کوئی دوسرا لفظ بول دے گا' مگر محبوب کریم ﷺ باوجود کہ 'نبی امی' ہیں دنیا کے کسی بھی عالم و فاضل کی صحبت اختیار نہ فرمائی' وہ جب ایک بار قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو دوبارہ کسی لفظ کی کمی بیشی تو درکنار کسی زیر زبر کی کمی بیشی بھی نہیں ہوتی ہے۔ پھر ایک دو بار ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی پوری تئیس (۲۳) سالہ نزول قرآن کی زندگی میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ پھر خود سوچیں کہ یہ سب کچھ بغیر عطائے الٰہی کے خود بخود کیسے ہو گیا پھر کلام بھی وہ کہ جس کا پورے جن و انس کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر تم انکار نبوت میں سچے ہو تو اس قرآن کی مثل بنا لاؤ مگر تمام جن و انس مل کر بھی کبھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکتے ہیں اور نہ دے سکیں گے۔ اللہ قادر و کریم نے اپنے نبی ﷺ کو امی اس لئے بھی رکھا تا کہ کوئی بھی شخص یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ چونکہ یہ پڑھے لکھے تھے' اس لئے سابقہ کتب سماوی کے مطالعہ سے محسن کائنات ﷺ کو ان علوم پر دسترس حاصل ہو گئی ہے مگر بغیر کسی انسان سے کچھ سیکھے' عطائے الٰہی کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے اور بغیر دنیاوی تعلیم و مطالعہ کے قرآن عظیم پیش کرنا اگر معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کانٹ ہنری دی کاستی Cont Henride Casteri فرانسیسی اپنی کتاب ''اسلام پر خیالات'' میں تحریر کرتا ہے۔ ''یہ امر محقق ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا بلکہ جیسا کہ انہوں نے متعدد مرتبہ خود اپنے متعلق فرمایا کہ وہ ایک امی نبی تھے اور یہ آپ (ﷺ) کا ایسا وصف تھا جس میں آپ (علیہ السلام) کے ہم عصروں میں کوئی آپ (علیہ السلام) کا مدمقابل نہ تھا (محمد رسول اللہ صفحہ ۱۱۴)۔

آیۂ مذکورہ بالا میں رحمت دو جہاں ﷺ کی صفت الذی یجدونہ مکتوبا (یعنی اہل کتاب محبوب کبریاء ﷺ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے) کے متعلق تفصیل ہماری دیگر کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ جو یہود میں بڑے پائے کے احبار (علامہ) تھے' اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے توراۃ میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں' وہ سب میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں تھیں' جن کا آزمانا باقی تھا' یعنی آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسرے کی شدت جہالت اور ایذار

آپ ﷺ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور محسن کائنات ﷺ سے بڑی محبت سے پیش آتا۔ ایک دن محبوب کریم ﷺ اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، اتنے میں ایک سوار جو غالبا بدوی تھا خدمت فیض درجت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں، میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب ان کے ہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط ہے۔ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ طمع کے سبب اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔۔۔۔۔۔ اگر آپ ﷺ کی رائے مبارکہ ہو تو ان کی دستگیری فرمائیے۔ یہ سن کر مالک دو جہاں ﷺ نے پہلو میں ایک صاحب (یعنی سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ نہیں بچا (یعنی جو آیا تھا وہ سب تقسیم کر دیا گیا ہے) یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ ﷺ سے کھجوروں کی مقدار معین میعاد معین خرید کی اور اس کی قیمت اسی مثقال (تقریبا تیس (۳۰) تولے) سونا خدمت انور میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ اسی سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے میں تقسیم کر دو۔ جو وہ میعاد ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہ گئے تو رحمت دو جہاں ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب کے ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ ﷺ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب پہنچے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لئے اور بڑے غصے سے آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔ اوہ محمد (ﷺ دائما ابدا) کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا؟ اے خاندان بنو مطلب! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لئے حیلے بہانے کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے غصے سے میری طرف دیکھ کر کہا او دشمن خدا کیا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم (یہود) کے درمیان صلح ختم (اور محبوب ﷺ کے ناراض) ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے آرام وآہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے اور اسے اچھی طرح تقاضا کرنے کا کہتے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور اسے جو دھمکایا ہے اس کے عوض بیس صاع (تقریباً اسی (۸۰) کلو) زائد دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا یہ زائد کیسی ہیں؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا، تو میں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ)! مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں زید بن

سعنہ ہوں۔فرمایا وہی زید جو یہودیوں کا بڑا علامہ ہے؟ میں نے کہا ہاں' پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ جبکہ تو دانا اور عالم تھا۔ میں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ)! حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے رحمت دوجہاں ﷺ کو دیکھا تو وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا' موجود پائیں۔اب صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں۔اے عمر (رضی اللہ عنہ)! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار' اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی ماننے پر راضی ہو گیا ہوں اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال رحمت دوجہاں ﷺ کی امت پر صدقہ ہے۔پھر دونوں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور زید بن سعنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اظہار اسلام کر دیا (دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم)۔

اندازہ کیجئے کہ غیر متعصب اور حقیقت پسند علماء اہل کتاب جو ایک ایک علامت نبوت کی تحقیق وجستجو میں اتنے صبر آزما مراحل سے گزرتے تھے۔اگر وہ علماء تورات وانجیل میں نبی آخرالزماں ﷺ کی جو نشانیاں پڑھتے تھے۔ان میں اور محبوب کریم ﷺ میں جو مطابقت نہ پاتے یا متذبذب ہوتے تو وہ کبھی بھی ایمان نہ لاتے۔یہ باتیں محسن کائنات ﷺ کی صداقت کی کتنی عظیم دلیل ہیں۔اسی آیۂ کریمہ میں مذکور رحمت دوجہاں ﷺ کی صفات دین اسلام کے دین فطرت ہونے کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔آیۂ مبارکہ دیکھیں۔

''(وہ رسول ﷺ) ستری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے وہ ان کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے (یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر تھے''۔

ستھری چیزیں حلال فرمانے والے یعنی جو اشیاء بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کر دی گئیں جس طرح چربی اور ہر ناخن والا جانور یا خود انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں' جس طرح کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ' وہ سب محبوب دوجہاں ﷺ کی امت پر حلال فرمادی گئیں۔

اور جو چیزیں مثلاً شراب وغیرہ جو افعال قبیحہ کا باعث تھیں' ان کو سختی سے حرام فرمایا کیونکہ اس کے استعمال سے افعال رذیلہ کے سرزد ہونے کے ساتھ ساتھ انسان پر اس کے انتہائی مضر طبی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو اہل مغرب بھی خوب جانتے ہیں۔اسے اسلام نے اس حد تک قابل نفرت بنا دیا کہ پینا تو درکنار' جسم پر ملنا بھی ناجائز قرار دیا' جبکہ موجودہ انجیل میں پانی کی شراب بنانا' حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا معجزہ بتایا گیا ہے۔انجیل میں ہے کہ آپ نے چھ مٹکے جو پانی کے بھرے ہوئے فی مٹکہ دو دو تین تین من کا تھا' سب شراب بنا دیئے اور لوگوں کو پلائی گئی اور یہ پہلا معجزہ تھا۔ملاحظہ فرمائیے انجیل یوحنا باب ۲' آیت ۶ تا ۱۱)۔(یونہی) عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پولس رسول کا تیمتھیس کے نام پہلا خط باب نمبر ۵ آیت ۲۴ میں ہے۔'' آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کرو بلکہ اپنے معدے اور اکثر کمزور

رہنے کی وجہ سے ذرا سی مے بھی کام میں لایا کرو'۔ (انجیل مقدس پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور صفحہ ۲۶۸)۔

ان اقتباسات کو پڑھیئے اور خود سوچئے کہ دین فطرت' دین مسیحیت ہے یا دین اسلام۔ بوجھ اور گلے کے پھندے اتارنے والے رسول ﷺ وہ تمام احکام جو کسی خاص وقت یا قوم کے لئے تھے اور تمام انسانوں کے لئے ہمیشہ قابل عمل رہنے ممکن نہ تھے مثلاً مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا' وضو کی جگہ کسی بھی حالت میں تیمم نہ کرسکنا' نماز (عبادت) صرف عبادت خانوں (گرجوں) میں ہونا' ان کے سوا نہ ہوسکنا' جسم یا کپڑے پر پلیدی لگ جائے تو اس جگہ کو جلا دینا یا کاٹ ڈالنا' مال غنیمت کا حرام ہونا وغیرہ ایسے اعمال تھے' جن پر ہمیشہ (قیامت تک) عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ سب بنی اسرائیل (یہود و نصاری) کے لئے تو تھے' مگر دین اسلام میں تبدیل فرما کر آسانی فرمادی گئی۔ انجیل میں ہے۔ ''میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا' بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور جو کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے'' (متی کی انجیل باب ۵ آیت ۴۰-۴۱)۔

کیا موجودہ زمانے میں انجیل کے اس حکم پر عمل کر کے کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے؟ کیا یہ حکم ہر زمانے میں قابل عمل ہے؟ یقیناً انسانیت کی فلاح و بہبود اسلام کے دامن میں ہی پوشیدہ ہے۔

☆ قل یآیھاالناس انی رسول الله الیکم جمیعا ''اے محبوب (ﷺ) آپ فرمادیں اے انسانو! (میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں'' (سورۃ اعراف)۔

انبیاء بنی اسرائیل اپنے اپنے زمانے میں کسی خاص علاقے یا قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے' مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو لیجئے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت خضر علیہ السلام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت واجب نہ تھی' اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ چونکہ میرے عمل اور آپ کے علم میں بڑا فرق ہے' اس لئے آپ کو میرے کاموں پر اعتراض ہوگا کیونکہ وہ آپ کی شریعت کے مطابق نہ ہوں گے اور آپکے تابع رہنا مجھ پر لازم نہیں کہ میں آپ کا امتی نہیں ہوں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد بھی موجودہ انجیل میں یوں درج ہے۔ ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا'' (متی کی انجیل باب ۱۵ آیت ۲۴)۔

غیر اسرائیل کو فیض دینا گویا بچوں کی روٹی چھین کر کتوں کے آگے ڈالنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ دیکھیں اسی باب کی آیت ۲۶ اور دوسری جگہ اس بات کو موتی خنزیر کے آگے ڈالنے کے مصداق کہا گیا ہے' یعنی اس سے ثابت ہے کہ بھیجے تو صرف بنی اسرائیل کی طرف گئے ہیں لیکن اگر کسی دوسرے کو کچھ فیض مل جائے تو شاذ و نادر ہے۔

یہ اعزاز صرف خاتم الانبیاء' رحمت دو جہاں' سرور کائنات ﷺ ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ آپ تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے' اسی لئے آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ میں وہ اصول اپنائے گئے

ہیں جو رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم کے لئے یکساں طور پر مفید اور کار آمد ہیں۔

☆ وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی "اور اے محبوب (ﷺ) وہ خاک جو آپ نے پھینکی، وہ آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی"۔

اس آیۂ مبارکہ میں ایک عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ۲ ہجری سترہ رمضان المبارک کو کفار مکہ کا ایک بہت بڑا لشکر اسلام کو مٹانے کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا۔ مقام بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا، لشکر کفار کئی گنا بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ سر تا پا لوہے کے لباس میں غرق اور اس وقت کے جدید ترین اور خون آشام ہتھیاروں سے مسلح تھا جبکہ مسلمانوں میں بعض کے جسم پر قمیض بھی نہ تھی۔ مسلمانوں کے پورے لشکر کے پاس دو یا تین گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں، باقی مسلمان کھجور کی شاخیں ہاتھوں میں تھامے کھڑے تھے۔ کفار کے پاس قسم قسم کے کھانے تھے اور مسلمان روزہ سے، کفار تمام رات شراب ورقص میں مشغول رہتے اور مسلمان ذکر الٰہی میں مصروف رہتے لشکر کفار کی طرف سے گانے والوں کے گانے اور باجوں کے نغمے، ادھر مسلمانوں کے ہاں آیات قرآنی کی تلاوت اور تکبیر کے کلمے، ایسے میں کفار نے مسلمانوں پر بھر پور حملہ کر دیا۔ حالت یہ تھی کہ تین تین چار چار سوار پیادہ آہن پوش کفار اکیلے مہاجر یا تنِ تنہا انصاری پر بول پڑے۔ میدان جنگ میں انسانی اعضاء گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے تھے، ابلتے ہوئے گرم گرم خون سے سپاہیوں کے کپڑے بھیگ رہے تھے، انسانی لاشوں کو گھوڑے کچل رہے تھے، ایسے میں زخمیوں کی چیخ و پکار، تیغ و تبر کی چقاچق، برچھیوں اور نیزوں کی جھنجناہٹ، تیروں کی فشانشن، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، کفار کے جنگی نقاروں کی ہیبت ناک گھن گرج، لات ومنات، ہبل و عزیٰ سے امداد کے لئے کفار کا شور و پکار، مجاہدین اسلام کی احد احد کی صدائیں اور ہر ضرب پر اللہ اکبر کے پر جوش اور فلک بوس نعرے، اس سب کچھ سے میدان کارزار ایک ہولناک منظر پیش کر رہا تھا، گویا آسمان پھٹ رہا تھا، زمین پر لرزہ تھا، پہاڑ کپکپا رہے تھے، موت مہیب انداز میں منہ کھولے انسانوں کو ہڑپ کر رہی تھی۔ ادھر رحمت دو جہاں ﷺ سجدہ میں پڑے بارگاہ رب العزت میں دعا کر رہے ہیں کہ یا الہ العالمین یا ذوالجلال والاکرام آج اس میدان میں یہ نہتے مسلمان جو کٹ جائیں اور مٹ جائیں تو تیری عبادت کرنے والے بندے دنیا میں نہ رہیں گے، الٰہی اپنی عبادت کرنے والے ان مسلمانوں کو آج فتح سے نواز ــــــ الخ ــــــ

پھر سجدے سے سر اٹھا کر اپنے محبوب صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ بشارت ہو امداد خدا بصورت ملائکہ آ گئی ہے۔ پھر ایک مٹھی خاک کی لے کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ جانے وہ مشت خاک تھی یا ابابیل کی کنکریاں کہ وہ سب کافروں کو لگی اور دوسرے ہی لمحے ان کے منہ پھر گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ

کہ جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی' اس آیۂ مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (کتب تفاسیر)۔ فرمایا جا رہا ہے کہ "اے محبوب (ﷺ) وہ مشت خاک جو آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ آپ کے رب نے پھینکی تھی گویا ہاتھ آپ کے مگر کام ہمارا تھا"۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

☆ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط یداللہ فوق ایدیھم "(اے محبوب ﷺ) وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں محبوب کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علو مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ رحمت دوجہاں ﷺ کا دست مبارک کتنا عظیم ہاتھ ہے اور اس ہاتھ پر بیعت کرنے والے کتنے عظیم ہیں۔ ایسی آیات مبارکہ اور انتہائی حیرت انگیز معجزات کے ہوتے ہوئے بھی آج تک کسی صحیح العقیدہ مسلمان نے محبوب کریم ﷺ کی (معاذ اللہ) اللہ یا اللہ کا بیٹا یا اللہ کا کوئی جز نہیں کہا بلکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ اللہ قادر و کریم کے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول ﷺ ہیں' بلکہ سرور کائنات ﷺ انا بشر کہتے ہوئے بندگی خدا کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ قادر و کریم محبوب کریم ﷺ کی شان بندگی کو یوں بیان فرماتا ہے۔

☆ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی "اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں کرتے مگر (وہی) جو انہیں وحی کی جاتی ہے"۔

☆ یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جایا کرو جب رسول اللہ (ﷺ) تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ قادر و کریم نے اہل ایمان کو دربار محبوب ﷺ کا ادب سکھایا ہے اور آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کی اہمیت بتائی اور حکم دیا کہ یونہی محبوب کریم ﷺ تم میں سے کسی کو طلب فرمائیں تو فوراً بلا حیل و حجت تمام کام ترک کر کے بارگاہ محبوب ﷺ میں حاضر ہو جایا کرو اور صدائے محبوب ﷺ کو پیغام خدا سمجھو کہ ماینطق عن الھوی اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں بلاتے ہیں تو زندگی عطا فرمانے کے لئے بلاتے ہیں۔ وہاں سے تمہیں روحانی عروج میسر آتا ہے۔ رحمت دوجہاں ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے حیات جاودانی حاصل کر سکتے ہو۔

☆ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین "(اے محبوب ﷺ) ہم نے تمام جہانوں کے لئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا"۔

رب کائنات جل شانہ نے اپنے لئے رب العالمین اور محبوب کریم ﷺ کے لئے رحمۃ للعالمین فرمایا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبوب دوجہاں ﷺ کفار کے لئے بھی رحمت ہیں؟ اس کا جواب خود کلام الٰہی میں ملتا ہے ارشادگرامی ہے۔

☆ وما کان الله لیعذبھم وانت فیھم ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ ان کافروں پر عذاب کرے' جب تک (اے محبوب ﷺ) آپ ان میں تشریف فرما ہیں''۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا' اللھم ان کان ...... الخ.... یعنی اے اللہ تعالیٰ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا۔ تو تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا کہ یہ بات کہنے والا النضر بن حارث تھا (تفسیر مظہری جلد پنجم)۔

معلوم ہوا کہ مالک دوجہاں ﷺ کی رحمت کے صدقہ سے کفار بھی دنیا کے اندر ایسے اجتماعی عذاب سے محفوظ رہے۔ آیہ مبارکہ ۱۷/۲۱ میں علماء کرام نے بڑے نفیس نکات بیان فرمائے ہیں' کچھ اختصاراً عرض کیئے جاتے ہیں۔

☆ یہ کہ رحمت کون ہے' اس کا جواب ارسلنك میں فرمایا کہ رحمت آپ ہیں۔

☆ کب سے کب تک اور کس کس پر رحمت ہیں۔ یہ سب عالمین میں فرما دیا کہ جب سے اور جب تک عالم ہے اور عالمین کا اطلاق جن پر بھی ہوتا ہے وہ سب رحمت میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ' سب لفظ عالمین میں شامل ہیں۔ خواہ جانور ہوں یا انسان' درخت ہو یا پتھر' جن ہو یا فرشتے غرضیکہ ہر شے (ماسوا اللہ تعالیٰ کے) لفظ عالمین میں داخل ہے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ ارسلت الی الخلق کافه ''میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (مسلم)۔ تو جب رسالت کل مخلوق کے لئے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لئے عام ہے پھر کسی بھی راحم (رحمت کرنے والے) کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

•• سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے ولا زندہ ہو مردہ نہ ہو' مردہ رحم نہیں کر سکتا بلکہ وہ رحم کا طالب و مستحق ہے' لہذا اگر محبوب کبریاء ﷺ زندہ نہ ہوں تو رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتے جبکہ یہ بات رحمۃ للعالمین قرآن سے ثابت ہے۔ لہذا محبوب کریم ﷺ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

•• یہ کہ رحم کے لئے ضروری ہے کہ مرحوم (جس پر رحم کیا گیا) کے حال سے واقف ہو مثلاً عمرو مظلوم ہے' وہ زید کے پاس طلب رحم کے لئے آتا ہے' جب تک عمرو زید کو اپنے حال سے مطلع نہ کرے گا زید اس پر رحم نہیں کر سکتا کیونکہ اسے تو علم ہی نہیں کہ عمرو مظلوم بھی ہے کہ نہیں یا کسی قسم کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس لئے رحم کے لئے واقف حال ہونا بھی ضروری ہے۔ پس اگر اللہ

تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو علم عطا فرمائے تو راحم کیسے ہوں گے؟ جبکہ اللہ قادر و کریم خود ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا۔

•• یہ کہ رحم کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو مثلاً اگر کسی مظلوم کو کوئی مار رہا ہے تو راحم میں اتنی قوت و اختیار ضروری ہے کہ ظالم سے مظلوم کو بچا سکے' ورنہ وہ اس پر رحمت کرنے والا نہ کہلا سکے گا۔

•• یہ کہ وہاں تک رسائی بھی ہو۔ مثلاً اگر کئی میل کے فاصلہ پر کوئی ظالم کسی پر ظلم کر رہا ہے مگر یہ راحم وہاں موجود ہوتا تو ظالم کو وہ روکنے پر قادر تھا' لیکن دور ہونے کی وجہ سے روک نہیں سکتا' اس لئے یہ راحم اس مظلوم کے لئے راحم نہیں کیونکہ اس پر تو رحم نہ کر سکا جبکہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ ثابت ہوا کہ عطائے الٰہی سے یہ تمام صفات راحمۃ للعالمین حضور خاتم الانبیاء ﷺ میں پائی جاتی ہیں (ملخصا از مقالات کاظمی جلد نمبر ا' وشان حبیب الرحمٰن)۔

اس میں یہ ضروری نہیں کہ جسمانی لحاظ سے ہی ہر جگہ موجود ہوں' بلکہ حکمی لحاظ سے بھی ممکن ہے' مثلاً سورج ایک جگہ موجود ہونے کے باوجود کم وبیش نصف زمین کو روشن رکھتا ہے تو اگر محبوب کبریاء ﷺ کا پھیلایا ہوا نور (علم و حکمت) اگر پوری کائنات (ماسوا اللہ) کو کفایت کرے تو مقام تعجب نہیں۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''رحمت دو جہاں ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رئـــوف رحیـــم ''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (ﷺ کہ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے اور) مسلمانوں پر بہت کرم کرنے والے مہربان ہیں''۔

اس آیۂ کریمہ میں محبوب کریم ﷺ کی مختلف صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ کا رسول بن کر تشریف لائے (معاذ اللہ) اللہ یا اللہ کے بیٹے نہیں' بلکہ تم انسانوں میں سے ہی تشریف لائے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے لئے تم پر پڑنے والی مصیبت بھی پریشانی کا باعث ہے۔ تمہارے لئے بہت چاہنے والے ہیں اور ایمان والوں کے لئے تو خاص مہربان ہیں۔ یعنی یہ نبی ﷺ اپنوں' بیگانوں سب کے لئے مہربان ہیں۔ میدان طائف میں نابکاران قوم نے محبوب کریم ﷺ کو سخت ذہنی اور جسمانی تکالیف پہنچائیں۔ ان بدبختوں نے رحمت دو جہاں ﷺ پر اتنے پتھر برسائے کہ تمام جسم انور لہولہان ہو گیا۔ اگر محبوب کریم ﷺ چلتے تو پائے اقدس پر پتھر مارتے جب شدت تکلیف سے محسن کائنات ﷺ بیٹھ جاتے اور اپنے ہاتھ اپنے پاؤں پر رکھ لیتے تو وہ بدبخت آگے بڑھ کر پھر کھڑے کر دیتے اور چلنے پر مجبور کر دیتے یونہی خواجہ کونین ﷺ قدم مبارک اٹھاتے تو وہ بدبخت و نابکار لوگ پتھروں کی بارش کر دیتے اور ساتھ ساتھ ہنسی مذاق بھی اڑاتے تھے۔

جب وہ بدبخت تھک ہار کر واپس چلے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جو خود بھی زخمی ہو چکے تھے نے عرض کیا کہ ان گستاخوں کے حق میں بد دعا ہی فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملک الجبال (پہاڑوں پر مامور فرشتہ) بھی خاصر خدمت ہوا' بحکم خدا اجازت مانگی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں کہ اس قوم کو کچل کر رکھ دوں مگر اس رحیم وکریم آقا نے جو دعا کی وہ یوں تھی۔ **اللھم اھد لقومی انھم لا یعلمون** ''میرے مولا! اس میری قوم کو ہدایت فرما دے' انکو علم نہیں کہ ہم کس سے بدسلوکی کر رہے ہیں''۔

☆ جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کفار مکہ کے ساتھ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان تمام قیدیوں کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھے ہوئے تھے۔ یہ کفار شمع رسالت ﷺ کو گل کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ ان کا سب سے بڑا ہدف ذات فخر دو عالم رسول اکرم ﷺ تھی۔ مگر آج وہ خود قیدی ہیں۔ رات کے وقت صحابہ کرام نے محسوس کیا کہ ہمارے آقا ﷺ کچھ بے چین ہیں' بصد ادب عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ پریشان کیوں ہیں/ ارشاد ہوا کہ یہ میرے قریب کے مکان والے قیدی عباس کے کراہنے کی آواز نے میری نیند اڑا دی ہے' اس لئے بے چین ہوں۔ جاں نثاران رسالت مآب ﷺ فوراً اٹھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بندشوں کو ڈھیلا کر دیا' جب آواز آنا بند ہو گئی تو فرمایا اب تو عباس کی آواز نہیں آتی۔ غلاموں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے ان کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا ہے اور وہ سو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ ان تمام قیدیوں کی رسیوں کو ڈھیلا کر دو۔

☆ فتح مکہ کے وقت جو جان کے دشموں سے سلوک فرمایا' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں' آپ کو رحمت دو جہاں ﷺ کی مبارک زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ملیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنی جان کے بدترین دشمنوں کو بھی کمال عفو وکرم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے معاف فرما دیا۔ آپ کو حضور رحمت عالم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے کسی بھی ذاتی دشمن سے انتقام لیا ہو۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''رحمت دو جہاں ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ **سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا، انہ ھوالسمیع البصیر** ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں' بیشک وہ سنتا اور دیکھتا ہے''۔

اس آیہ کریمہ میں نعت مصطفےٰ ﷺ بڑے شاندار طریقے سے بیان فرمائی گئی ہے اور اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوتے ہیں تو بندۂ خدا بن کر اور جب بندگان خدا کے پاس تشریف لاتے ہیں تو رسول خدا بن کر' برہان خدا بن کر' مبشر ونذیر بن کر' سراج منیر بن کر۔ ایک عام انسان جب اپنے استاد یا والد کے پاس جاتا ہے تو فرمانبردار شاگرد یا بیٹا بن کر' لیکن جب

وہی اپنے شاگرد یا اپنے بیٹے کے پاس جاتا ہے تو استاد یا باپ بن کر۔

اللہ قادر و کریم نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو جہاں بہت سے دوسرے معجزات و خصائص سے نوازا' وہاں معراج النبی کی صورت میں بھی ایک ایسا عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا جو کہ نبوت خیر الانام ﷺ کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ واقعہ معراج اعلان نبوت کے گیارہ سال اور تقریباً پانچ ماہ بعد ۲۷ رجب المرجب پیر کی شب کو پیش آیا۔

صبح کو جب رحمت کائنات ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے رات کے انتہائی قلیل حصہ میں نہ صرف بیت الحرام سے بیت المقدس تک بلکہ ملکوت السموت کی سیر کا بھی ذکر فرمایا تو خود کافروں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آج رات ہم نے ان کو مکہ مکرمہ میں دیکھا' صبح طلوع آفتاب سے قبل بھی اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ یہ آج تک بیت المقدس گئے بھی نہیں اور ہم وہاں کی چپہ چپہ سرزمین سے واقف ہیں۔ انہوں نے دعویٰ تو کر دیا کہ میں آج رات بیت المقدس کی سیر کر کے آیا ہوں' مگر یہ ہمارے سوالات کی تاب نہ لاسکیں گے۔ ان کے اس دعویٰ کی وجہ سے ہمارے ہاتھ ان کی ایسی کمزوری آ گئی ہے کہ اب ہم اسے پورے زمانہ کے سامنے جھوٹا ثابت کر سکیں گے یہی وجہ ہے کہ جب محبوب کبریاء ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر نکلے تاکہ لوگوں کو اس واقعہ عجیب سے مطلع کریں' تو ابوجہل سے ملاقات ہوئی فرمایا آج رات میں بیت الحرام سے بیت المقدس تک سیر کر کے آیا ہوں۔ ابوجہل یہ سنتے ہی ٹھٹھک گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ذہن میں کوئی خیال آیا وہ فوراً بولا۔ محمد (ﷺ) تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا ہاں رات کے قلیل حصہ میں' میں نے سب کچھ دیکھا۔ ابوجہل بولا کیا آپ اپنی قوم کے سامنے اس بات کا اقرار کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں' دراصل ابوجہل نے سمجھا تھا کہ دعویٰ تو کر دیا مگر کما حقہ ثبوت پیش نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کہیں معاذ اللہ مکر نہ جائیں' چنانچہ وہاں کھڑے ہی ابوجہل نے چلانا شروع کر دیا اور چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کرنے لگا۔ عجیب بات تھی کہ آج تک تو وہ لوگوں کو محبوب کریم ﷺ کی باتیں سننے سے روکتا تھا مگر آج خود لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ درحقیقت وہ لوگوں کے سامنے محسن کائنات ﷺ کو (معاذ اللہ) دروغ گو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو ابوجہل بولا۔ محمد (ﷺ) اب وہی کچھ کہو جو مجھے کہہ چکے ہو۔ مخبر صادق ﷺ نے ان کو واقعہ گزشتہ سے مطلع فرمایا تو تمام حیران رہ گئے۔

کفار مکہ تو تکذیب و تمسخر کے درپے تھے' کہنے لگے ٹھیک ہے ہم نے آسمان تو نہیں دیکھے لیکن مسجد اقصیٰ تو کئی بار دیکھی ہے۔ آپ ہمیں مسجد اقصیٰ کے متعلق بتائیں۔ کفار مکہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر سوال کر رہے تھے اور محبوب کریم ﷺ ان کے ہر سوال کا مثبت جواب دیتے جا رہے تھے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے مسجد اقصیٰ کو اتنا قریب کر دیا تھا' جتنا کہ مسجد بیت الحرام سے عقیل بن ابی طالب کا گھر۔ رحمت کائنات ﷺ اس کا ایک ایک ستون ایک ایک دروازہ اور ایک ایک کھڑکی اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ

فرما رہے تھے اور بلا تکلف جوابات ارشاد فرما رہے تھے۔ کفار حیران و سرگرداں تھے کہ آ کر یہ بیت المقدس کبھی گئے بھی نہیں، پھر بھی سب کچھ بتا رہے ہیں۔ پھر کفار نے ایک اور سوال داغ دیا جوان کے نزدیک بڑا وزنی سوال تھا کہ بتاؤ ہمارے قافلے تجارت کے لئے ملک شام کی طرف گئے ہوئے ہیں، تم جوان راستوں سے گزرے ہو تو بتاؤ ہمارے قافلوں کا کیا حال ہے اور وہ کہاں ہیں؟ جواباً مالک دو جہاں ﷺ نے ایک آدمی کا نام لے کر فرمایا، بنی فلاں کے قافلہ پر میں مقام روحا پر گزرا تھا، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ تلاش کر رہے تھے، میں نے ان کو اونٹ کی خبر دی، وہ لوگ آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔ کفار نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے، پھر ارشاد فرمایا۔ میں بنی فلاں کے قافلہ پر بھی گزرا پھر دو آدمیوں کے نام لئے جو راوی کو یاد نہیں رہے۔ وہ دونوں مقام ذی طویٰ میں ایک اونٹ پر سوار تھے (میں تیزی سے ان کے قریب سے گزرا تو) ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا اور وہ دونوں سوار گر پڑے، جس سے فلاں آدمی کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔ کفار نے کہا کہ یہ دوسری عظیم نشانی ہوئی۔ پھر کفار نے اپنے ایک اور قافلہ کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ قافلہ مقام تنعیم میں مجھے ملا۔ کفار نے سوال کیا کہ اس قافلے کے اونٹوں کی گنتی بتائیے اور اس میں کون کون لوگ ہیں اور یہ بھی بتائیے کہ قافلہ کیا مال لا رہا ہے؟ اس کی ہیت کیا ہے؟ وہ کب پہنچے گا؟ رحمت کائنات ﷺ نے قافلہ کی مکمل ہیت تعداد سے ان کو مطلع فرما دیا اور پھر یہ فرمایا کہ اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو دھاری دھار بوریاں لدی ہوئی ہیں اور یہ قافلہ صبح سورج طلوع ہوتے ہی مکہ میں پہنچ جائے گا۔ وہ بولے ٹھیک ہے، یہ تیسری نشانی ہوئی۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ دوسرا قافلہ پرسوں بروز بدھ غروب آفتاب سے قبل آ جائے گا۔ کفار مکہ تیزی سے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) نے ایک عظیم خبر دی ہے وہ کدیٰ نامی پہاڑی پر آ بیٹھے اور انتظار کرنے لگے کہ کب سورج نکلے اور ہمیں تکذیب کا بہانہ ملے۔ ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا کہ خدا کی قسم سورج نکل آیا۔ اسی لمحے ان کا ہی دوسرا آدمی چلایا ادھر دیکھو خدا کی قسم قافلہ بھی آ گیا۔ سب کی نگاہیں قافلہ کی طرف اٹھ گئیں۔ ارشاد محبوب کریم ﷺ کے مطابق آگے آگے وہی خاکستری رنگ کا اونٹ تھا، اور وہی دھاری دار دو بوریاں تھیں، اونٹوں کی تعداد اور افراد قافلہ بعینہ وہی تھے، جن کے متعلق پہلے خبر دی جا چکی تھی۔ بدھ کا روز آیا تو دوسرا قافلہ بھی شام سے پہلے آ گیا اور سب اہل قافلہ نے ان تمام باتوں کے متعلق لفظ بلفظ وہی کچھ بتایا جو کہ محبوب کبریاء ﷺ پہلے بتا چکے تھے۔ اس کے باوجود اکثر کفار ایمان نہ لائے اور بولے (معاذ اللہ) یہ بہت بڑا جادو ہے۔

حافظ ابی نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت محمد بن کعب قرضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رحمت دو جہاں ﷺ نے حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا تو قیصر روم نے تحقیق حال کے لئے ابی سفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ ابوسفیان اس وقت شدید ترین کافر اور محبوب

کریم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ جب ابی سفیان اپنی کوشش کے باوجود جان کائنات ﷺ کی عزت قیصر روم کی نگاہ سے نہ گرا سکا تو بولا اے بادشاہ میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں کہ اس مدعی نبوت کا جھوٹ تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کیا بات ہے۔ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات ارض حرم (خانہ کعبہ) سے چلا اور ایلیا (بیت المقدس) آیا اور اسی رات صبح سے پہلے مکہ واپس پہنچ گیا۔ ابی سفیان کا قول ہے کہ جب میں یہ بتا رہا تھا تو اس وقت عیسائیوں کا پیشوا اور مسجد اقصیٰ کا سب سے بڑا پادری قیصر روم کے پاس کھڑا تھا۔ اس پادری نے کہا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا علم ہے؟ اس نے کہا کہ میری عادت ہے کہ میں روزانہ رات کو سونے سے قبل مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر باوجود شدید کوشش کے ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور ملازمین کو بلایا' سب نے پوری طاقت صرف کی مگر دروازہ نہ ہلا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے دھکیل رہے ہیں۔ بالآخر میں نے حکم دیا کہ بڑھئی کو بلایا جائے۔ بڑھئی نے دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) اوپر کی عمارت نیچے آ گئی ہے اور دروازے پر اس کا بوجھ پڑ گیا ہے' اس لئے رات کو کچھ نہیں ہو سکتا چنانچہ دراوزہ کھلا چھوڑ کر ہم آ گئے' صبح جب میں وہاں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بالکل ٹھیک ہے' اس میں کوئی نقص نہیں اور گوشہ مسجد والے پتھر میں سوراخ تھا اور جانور باندھنے کا نشان بھی تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج رات اس دروازہ کا کھلا رہنا صرف نبی معظم (ﷺ) کے لئے تھا۔ یقیناً اس نبی معظم (ﷺ) نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی ہو گی (ابن کثیر جلد نمبر ۲)۔

واضح ہو کہ عیسائی محبوب دوجہاں ﷺ کے مسجد اقصیٰ تک جانے اور آسمانوں کی سیر کرنے کے لئے واقعہ کا انکار کرتے ہیں (کہ آسمان پر جانا ناممکن ہے) تعجب ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو عیسائیوں کے اپنے اس عقیدے کا کیا بنے گا کہ ''یسوع مسیح تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے'' انجیل میں ہے ''غرض خداوند یسوع کو ان سے' کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا'' (مرقس کی انجیل باب ۱۶۔۱۹)۔ ''جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا'' (لوقا' باب ۲۴۔۵۱)۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''معجزات محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا ''محبوب کبریاء (ﷺ) کے پکارنے کو ایسا نہ سمجھو کہ جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔

اس آیۂ کریمہ میں بارگاہ محبوب کریم ﷺ کا ادب سکھایا جا رہا ہے۔ صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی دو تفسیریں ہیں۔ پہلی یہ مراد ہے کہ راحت دوجہاں ﷺ کو پکارنا' آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح نہ سمجھو' یعنی اے محمدؐ' اے احمدؐ' اے بھائی' اے دوست وغیرہ نہ کہو بلکہ یوں عرض کرو یارسول اللہ' یا حبیب اللہ' یا نبی اللہ ﷺ۔ اور دوسری تفسیر یہ کہ جان

کائنات ﷺ کا بلانا آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ ان کے بلانے کا جواب دو یا نہ دو' نہیں بلکہ جب بھی اور جس حالت میں بھی تم ہو' فوراً حاضر ہو جایا کرو' اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔

اس کی تفسیر ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نداء و دعا مصطفےٰ ﷺ کو عام شخص کی نداء یا دعا کی طرح نہ جانو بلکہ یہ تو محبوب ﷺ ہیں کہ اگر مردوں کو پکاریں تو فوراً زندہ ہو کر لبیک کہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے غزوہ خندق کے موقع پر کی گئی دعوت کے دوران فوت شدہ بچوں کے زندہ ہونے' روز خیبر بکری کے پکے ہوئے گوشت کے کلام کرنے اور ایسے ہی بہت سے واقعات شاہد ہیں اور یہ محبوب کریم ﷺ اس شان کے مالک ہیں کہ اگر چاند کو اشارہ کریں تو فوراً حکم مانے' اگر کسی درخت کو دربار عالیہ میں طلب فرمائیں تو اس درخت میں مجال انکار نہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں راحت جاں ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ اثنائے سفر میں ایک بدوی حاضر خدمت ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد (ﷺ) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اس پر کون گواہی دیتا ہے؟ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت اور ساتھ ہی اس درخت کو طلب فرمایا جو وادی کے دوسرے کنارے پر کھڑا تھا' وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے تین بار اس سے اپنی صداقت کی گواہی طلب فرمائی اور اس درخت نے ہر بار فصیح زبان سے گواہی دی کہ آپ ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں برحق ہے' پھر درخت واپس اپنی جگہ پر چلا گیا (مشکوۃ باب فی المعجزات)۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ میں ایک بدوی رحمت دوجہاں ﷺ کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوا اور بولا کہ میں کیونکر پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کی شاخ کو بلا لوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس آپ ﷺ نے اس شاخ کو اشارہ کیا تو وہ فوراً درخت سے اترنے لگی' یہاں تک کہ زمین پر گر گئی اور پھدکنے لگی۔ حافظ ابی نعیم اصفہانی کی روایت میں ہے کہ وہ شاخ سجدہ کرتے اور سر اٹھاتی حاضر خدمت ہوئی اور جان کائنات ﷺ کے سامنے سیدھی کھڑی ہو گئی۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ واپس چلی جاؤ' حکم پاتے ہی واپس اپنی جگہ جا کر درخت سے لگ گئی۔ یہ دیکھ کر اس اعرابی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ) (خصائص کبریٰ جز ثانی)۔

ایسے ہی درختوں' پتھروں اور وحشی جانوروں کے بہت سے واقعات ہیں۔

☆ النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجه امھتھم ''نبی کریم (ﷺ) ایمان والوں

کی جان کے' ان سے زیادہ مالک ہیں اور آپ (ﷺ کی ازواج مطہرات ان اہل ایمان) کی مائیں ہیں"

اولیٰ کے معنی قریب بھی ہیں مالک بھی اور زیادہ حق دار بھی۔ مفسرین کرام کے نزدیک یہاں تینوں معنی درست ہیں۔ مالک دو جہاں ﷺ پر بادشاہ' ماں باپ تمام انسان بلکہ خود اپنی ذات کے حکم سے بھی زیادہ نافذ العمل ہے۔ وہ شخص اسلام میں رہتا ہوا بھی عبادت کا صحیح لطف نہیں اٹھا سکتا جو اپنے جسم و جان' روح و قلب کو مالک دو جہاں ﷺ کی سچی غلامی میں نہیں دے دیتا۔ ایک سچے مسلمان کی سب سے بڑھ کر یہ علامت ہے کہ اس کا ہر قول و فعل حکم سرور کائنات ﷺ کے تابع ہو۔ اس آیۂ کریمہ میں دوسری اس بات کی وضاحت فرمائی گئی کہ رحمت عالم ﷺ کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی (روحانی مائیں ہیں' محبوب کریم ﷺ کی حیات ظاہری اور رحلت مبارکہ کے بعد' اس سے شادی کرنا حرام ہے' ان کی گستاخی بدترین جرم ہے' لیکن چونکہ یہ نسبی مائیں نہیں' اس لئے ان کے بھائی ایمان والوں کے ماموں یا ان کی ہمشیرائیں ایمان والوں کی خالائیں نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی آل و اولاد ایمان والوں کے بھائی بہن نہیں بلکہ ان کی نسل پاک کا چھوٹا سا بچہ بھی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے نزدیک باعث صد عزت و احترام ہوگا کیونکہ وہ ان کے نبی ﷺ کی نسل پاک سے متعلق ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور' تیرا سب گھرانہ نور کا

لیکن اگر معاذ اللہ وہ سیدزادہ بے دین ہو جائے گا' تو تب قابل احترام نہیں کیونکہ تعلق نبی ﷺ کے لئے ایمان شرطِ اول ہے۔ نسبتاً ابولہب قریشی ہوتا ہوا بھی قابل نفرت ہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ دور کے ہوتے ہوئے بھی ایمان داروں کے نزدیک دل و جاں سے پیارے ہیں۔

☆ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخرو ذکرالله کثیرا "بیشک محبوب کبریاء ﷺ کی (مبارک زندگی) تم لوگوں میں (سے) اس کے لئے بہترین نمونہ ہے جو کہ قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں ہر اس شخص کو جو بھی سچے دل سے اللہ قادر و کریم اور ایمانیات پر یقین رکھنے والا ہے' فرمایا گیا ہے کہ تمہارے لئے محبوب کریم ﷺ کی مقدس زندگی ایک کامل ترین نمونہ ہے۔ تم بحیثیت مسلمان وزیر ہو یا حاکم' مالدار ہو غیر صاحب خانہ ہو یا تارک الدنیا' یتیم ہو یا یتیم پرور' حاکم ہو یا محکوم' شہری ہو یا دیہاتی' سپاہی ہو یا پاک اڈر) باپ ہو یا لخت' غرضیکہ جو بھی ہو اگر چاہو تو رحمت دو جہاں ﷺ کی مبارک زندگی سے رہنمائی مل جائے گی اور اسی میں اللہ قادر و کریم کی رضا بھی ہے۔

تو اب اس آیۂ کریمہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ محبوب کریم ﷺ کی مبارک زندگی ایک ایسی انوکھی اور شاندار زندگی ہے کہ ہر (صالح) شخص اسے اپنے لئے مثال بنا سکتا ہے۔ ایسی مکمل ترین سیرت زمانے میں کسی کی

نہیں گزری۔ بطور مثال دیکھیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک ومقدس زندگی ترک دنیا میں گزری' حتی کہ مکان تک نہ بنایا اب ایک تارک الدنیا شخص تو ان کی پیروی کرسکتا ہے' مگر قاضی یا بادشاہ اپنے لئے ان کی زندگی کو مثال نہیں بنا سکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب زندگی میں میاں' بیوی' اولاد' بہن بھائیوں ماں باپ اور اعزاواقربا سے سلوک' میدان جنگ میں جہاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہ ملے گا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی شاہانہ زندگی کو صاحب حکومت وسلطنت تو مثال بنا سکتے ہیں مگر فقیر و بے نوا نہیں (علی ہذاالقیاس)۔

لیکن شفیع معظم رحمت عالم ﷺ کی مبارک زندگی ایسی مکمل ہے کہ اگر تم بادشاہ ہو تو فاتح مکہ مکرمہ کی مبارک زندگی دیکھو' اگر سپہ سالار ہو تو میدان بدر میں لاجواب طریقے سے فوج لڑانے والے کی طرف دیکھو' اگر سپاہی ہو تو حنین کے دن ہاتھ میں تلوار پکڑ کر کفار کو للکارنے والے کی طرف دیکھو' اگر تارک الدنیا ہو تو غار حرا میں عبادت گزار کو مدنظر رکھو' اگر سلطان وقت ہو تو سلاطین زمانہ کی طرف پروقار خطوط لکھوانے والے محبوب ﷺ کی طرف دیکھو' اگر صاحب دولت ہو تو ملاحظہ کرو کہ ربیعہ بنت معوذ چند ککڑیاں لے کر حاضر خدمت فیض درجت ہوئیں' تو مالک دوجہاں ﷺ نے ان کو لپ بھر کر سونا عطا فرمایا (ترمذی شریف)۔

ایک شخص بارگاہ محبوب کریم ﷺ میں حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا کہ یا محمد (ﷺ) آپ تو بڑے مالدار ہیں۔ ارشاد فرمایا بھئی تم نے ہمارا کیا مال دیکھا؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آرہا تھا' راستہ میں جنگل سے گزرا دیکھا کہ جنگل بکریوں سے بھرا پڑا ہے۔ اتنا بڑا ریوڑ آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس قدر بکریاں بھلا کس کی ہوسکتی ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ سب محسن کائنات ﷺ کی ہیں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کی بات سنی تو مسکرا پڑے۔ پھر ارشاد ہوا کہ وہ بکریاں تجھے اچھی لگتی ہیں؟ وہ بولا جی ہاں' تو رحمت دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ وہ تمام بکریاں ہم نے تجھے عطا فرمائیں۔ وہ آدمی (مدارج النبوۃ میں ایسا ہی واقعہ غزوہ حنین کے تحت صفوان بن امیہ کا لکھا ہے) اپنے قبیلہ والوں کی طرف بھاگا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ اے میرے قبیلے والو! مسلمان ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ غریبی کا خوف نہیں فرماتے (شرح قصیدہ بردہ)۔

اسی طرح اگر تمہارا تعلق تعلیم وتدریس کے ساتھ ہے تو مسجد نبوی شریف میں قائم اس یونیورسٹی کے بانی ومعلم کی طرف دیکھو کہ جس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل صدیق وفاروق وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم جیسے انداز جہانبانی رکھنے والے دانشور ہیں جس یونیورسٹی میں ایک دیہاتی اور بے علم آتا ہے تو ایک ہی نظر میں استاد زمانہ بنادیا جاتا ہے اور اگر کوئی گم کردہ راہ آیا تو فیض صحبت سے رہبر ورہنما بنادیا جاتا ہے۔

ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یونہی اگر تم باپ ہو تو حضرت رقیہ' زینب' ام کلثوم و فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن کے والد گرامی قدر کو دیکھو اگر تم سربراہ خاندان ہو تو خاندان نبوت کے سربراہ ﷺ کی طرف دیکھو اور اگر تم سربراہ خاندان نہیں بلکہ فرد خاندان ہو تو مسجد نبوی شریفہ کی تعمیر کے وقت اینٹیں اٹھانے والے محبوب کائنات ﷺ کو دیکھو اور اگر تم کسی کی اولاد ہو اور جاننا چاہتے ہو کہ ماں باپ کی خدمت کیسے کروں تو چشم تصور سے ذرا دیکھو کہ ایک جگہ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ مال و دولت تقسیم فرما رہے ہیں۔ سائل حاضر خدمت ہیں اور آقا ﷺ عطا فرما رہے ہیں کہ اتنے میں ایک عورت حاضر خدمت ہوتی ہے۔ سید عالم ﷺ بنفس نفیس اس بڑھیا عورت کے استقبال کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دست مقدس سے اس کا ہاتھ تھام کر بڑے احترام کے ساتھ اپنی جائے نشست پر لاتے ہیں اور اپنے سر سے چادر اتار کر زمین پر بچھا دیتے ہیں اور اس عورت کو اپنی چادر پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ بڑے احترام اور محبت سے گفتگو فرماتے ہیں' پھر وہ بڑھیا عورت چلی جاتی ہے۔

اس حدیث پاک کے راوی فرماتے ہیں کہ اس بڑھیا عورت کے چلے جانے کے بعد میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ یہ مائی صاحبہ کون تھیں کہ جن کا مالک دو جہاں ﷺ نے اتنا احترام فرمایا؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ عورت وہ تھی کہ جس نے رحمت دو عالم ﷺ کو حالت بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ سبحان اللہ! اگر دودھ کی ماں کا یہ احترام ہے تو پھر اصل ماں کا کیا احترام ہوگا؟

☆ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ''حضرت محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی' جسمانی) باپ نہیں' ہاں (البتہ) اللہ تعالیٰ کے (برگزیدہ) رسول اور تمام انبیاء (علیہم السلام) کے بعد تشریف لانے والے ہیں''۔

جان کائنات ﷺ نے جب اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بحکم اللہ قادر و کریم شادی فرمائی تو بعض کفار نے اعتراض کیا۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ حضرت محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ مردوں میں داخل نہیں اور آپ رحمت دو جہاں ﷺ کی صرف صاحبزادیاں ہی ہیں لہذا جب جان کائنات ﷺ کسی مرد کے (نسبی یا جسمانی) باپ ہی نہیں تو پھر اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا کیوں ناجائز ٹھہرا۔ گویا کہ اعتراض محبوب کبریاء ﷺ کی ذات پر ہو تو جواب خود پروردگار عالم نے دیا۔

خیال رہے کہ محبوب کریم ﷺ کا اسم محمد قرآن پاک میں چار جگہ مذکور ہوا۔ ایک تو اسی جگہ ایک سورۃ فتح میں محمد رسول الله ایک سورۃ محمد میں کہ بما نزل علی محمد ایک ایک سورۃ آل عمران میں

کہ وما محمد الا رسول عجب بات ہے کہ اس اسم مبارک محمد کا معنی ہوتا ہے کہ ’ہمیشہ تعریف کیا ہوا‘ کہ جس کی تعریف پر تعریف کی جائے۔ محبوب کریم ﷺ کی ذات مقدسہ آپ ﷺ کے اسم مبارک کی عین مظہر ہے۔ بدترین دشمن بھی مالک دوجہاں ﷺ کی تعریف کیئے بغیر نہ رہا سکا۔ آج تک دنیا میں محبوب کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ پر جتنی بھی کتابیں اپنوں اور بیگانوں نے لکھی ہیں اس موضوع پر اس قدر کتب کسی بھی شخصیت کے حق میں نہیں لکھی گئیں۔ مشہور اور متعصب مستشرق سیرت نگار مارگولیتھ Morgaliouth اپنی تصنیف ’’محمد‘‘ Mohamoud کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔ ’’محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے‘ لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے‘‘۔
سکھوں کے گرونانک صاحب نے اسم محمد (ﷺ) کے متعلق ایک عجیب و پرلطف انداز سے اظہار خیال کیا انہوں نے لکھا ہے۔

نام لیو جس پکش کا کرو چوگنا
دو ملاؤ پنج گن کرو کاٹو بیس بنا
نانک بچے سو نو گنے دو اس میں ملا
اس بدہر کے نام سے نام محمد بنا

یعنی کسی بھی نام کے بلحاظ ابجد عدد نکالیں اور ان کو چار سے ضرب دے کر دو جمع کر کے حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دے کر مجموعہ کو بیس پر تقسیم کر دو جو باقی بچے اسے نو (۹) سے ضرب دے کر دو جمع کر و تو ۹۲ جواب آئے گا اور ۹۲ اسم محمد ﷺ کے اعداد ہیں۔ اس طرح بابا گرونانک نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا و مافیہا میں اسم محمد ﷺ کا ظہور ہے۔ جس طرح کسی نے کہا ہے۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

الف 1‘ ب 2‘ ج 3‘ د 4‘ ہ 5‘ و 6‘ ز 7‘ ح 8‘ ط 9‘ ی 10‘ ک 20‘ ل 30‘ م 40‘ ن 50‘ س 60‘ ع 70‘ ف 80‘ ص 90‘ ق 100‘ ر 200‘ ش 300‘ ت 400‘ ث 500‘ خ 600‘ ذ 700‘ ض 800‘ ظ 900‘ غ 1000۔ اس کے مطابق اسم محمد ﷺ ۹۲ بنتے ہیں۔ یونہی کسی بھی نام یا شے کے اعداد نکالیں اور مذکورہ بالا طریق پر عمل کریں تو جواب ۹۲ ہی آئے گا۔
بندۂ ناچیز (مولف کتاب) کے نزدیک تو حاصل کلام یہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول ﷺ کا اسم گرامی ہی ایسا رکھا کہ ہر شخص خواہی نخواہی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ‘ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

مزید تفصیل ہماری کتاب ’’ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے‘‘ اور ’’اسمائے محبوب ﷺ‘‘ میں

ملاحظہ فرمائیں۔

☆ تفسیر روح البیان شریف میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ میرے اس بندے کو غسل، کفن اور نماز کے بعد دفن کرو۔ اس لئے کہ اس نے ایک بار تورات میں اسم محمد (ﷺ) دیکھ کر اسے بوسہ دیا تھا اور آنکھوں سے لگایا تھا، جس سے ہم نے اس کے تمام گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔

ایک دوسری صفت جو اس آیۂ مبارکہ میں حضور خواجہ کونین ﷺ کی بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور خود سرور عالم ﷺ نے خاتم الانبیاء کی تشریح یوں فرمائی۔ انا خاتم النببین لا نبی بعدی ''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

ایک اور جگہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال یوں ہے کہ جس طرح کہ ایک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے محل تعمیر کیا گیا ہو اور ایک اینٹ کے جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے اس کے گرداگرد گھومتے ہیں اور اس کی عمدہ تعمیر سے متعجب ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ اس کی کمی محسوس کرتے ہیں، پس میں نے (تشریف لاکر) اس اینٹ کی جگہ پر کردی ہے، میرے ساتھ عمارت مکمل کردی گئی ہے اور میرے آنے کے ساتھ رسول (آنے) ختم کردیئے گئے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (مشکوٰۃ، بخاری، مسلم)۔

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ابھی (دوبارہ) تشریف لائیں گے، جب کہ محبوب کبریاء ﷺ خاتم الرسل نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دعویٰ نبوت کرنے والے دجال و کذاب ہوں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ضرور تشریف لائیں گے مگر وہ پہلے والے نبی ہوں گے نہ کہ بعد والے اور اب مالک دوجہاں ﷺ کے امتی بن کر تشریف فرما ہوں گے جیسے کہ اگر کوئی کسی شخص کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ فلاں اپنے والدین کا اخری فرزند ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کے بعد کوئی فرزند پیدا نہ ہوا لیکن اس کا یہ معنی تو ہرگز نہیں ہوتا کہ پہلے تمام مرگئے ہیں۔ لہذا اب جو سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ پہلے نبی ہوں گے کہ جن کی شریعت منسوخ ہوچکی ہے نہ کہ بعد والے۔ مقصد یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ نبوت کا عطا فرمایا جانا مکمل ہوچکا ہے۔ اللہ قادر و کریم نے انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو بھی نبی ہی پیدا فرمایا تھا جیسا کہ واذاخذ اللہ میثاق النببین والی آیۂ مبارکہ سے عیاں ہے۔ یوں نہیں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کہ پہلے تو اس کا کوئی پروگرام نہ ہو پھر کسی شخص کے اچھے چال چلن دیکھ کر ارادہ فرمالے کہ چلو ٹھیک ہے ہم اسے نبی بنادیتے ہیں۔ اس بات کا تو تصور بھی جہالت و بے دینی ہے۔ وہ خدا ہی کیا جسے اتنا بھی علم نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جب خالق کائنات

اللہ قادرو کریم نے قلم کو پیدا فرمایا تو اسے حکم ہوا کہ لکھ۔ اس نے عرض کیا کہ کیا لکھوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ''جو کچھ ہو چکا اور جو بھی آئندہ ہونے والا ہے سب کچھ لکھ دے''۔ چنانچہ وہ سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ''کائنات کی ہر خشک وتر شے جو جب جس جگہ موجود تھی یا ہوگی وہ سب لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے' چنانچہ یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ کون نبی کس زمانے میں کس قوم کے پاس کتنے عرصے کے لئے تشریف لائے گا' اس کی شریعت کب منسوخ فرما کرنئی شریعت نافذ فرمائی جائے گی' پہلے کس کی تشریف آوری ہوگی اور ختم الرسول کون ہوگا؟ لہذا جو سچے دل سے اپنے خالق کائنات اللہ قادرو کریم اپنے پالنے والے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے کہ وہ خدائے لم یزل کے پورے پروگرام پر ایمان لائے اور اس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نازل فرمودہ تمام کتب وصحائف پر اجمالی طور پر ایمان لائے اور جس بھی برحق نبی کا زمانہ اسے نصیب ہوا' اس پر اجمالی ہی نہیں بلکہ تفصیلی ایمان لائے' اس کی شریعت کی پیروی کرے کیونکہ یہ ہی بات اس کے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ مثلاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو پہلی شریعت میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شریعت نافذ فرمادی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور حق بھی یہی تھا جو ایمان نہ لایا دربار الٰہی میں مردود ٹھہرا۔

طائر وقت اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ محو پرواز رہا۔ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے' یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں آخری صاحب کتاب نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تشریف آوری ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کتاب 'انجیل' کو پیش کیا' بہت سے نیک بخت ایمان لے آئے' مگر ایمان نہ لانے والے بدبختوں کی بھی کمی نہ تھی' حالانکہ تمام بنی اسرائیل (یہودیوں) پر لازم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے مگر ان کی شقاوت نے ان بدبختوں کو قعر مذلت میں ڈالا اور وہ اس انعام سے محروم رہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محبوب کبریاء' خاتم الانبیاء رونق افروز عالم تھے۔ آپ نے بحکم الٰہی کامل ترین شریعت نافذ فرمادی اور وہ دین آ گیا جس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' ان الدین عنداللہ الاسلام ''اللہ کریم کے نزدیک پسندیدہ ترین دین اسلام ہے''۔ دین موسوی و دین مسیحی منسوخ فرما کر دین اسلام پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ مشرکین کے ساتھ ساتھ تمام اہل کتاب بھی ایمان لے آتے' مگر ان کا تعصب آڑے آ گیا اور ان میں اکثر دولت ایمان سے محروم رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر یہودیوں نے محض ضد کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ بعینہ رحمت دوجہاں ﷺ کی تشریف آوری پر عیسائیوں نے انکار کر دیا۔ اس جگہ اگر کسی غیر مسلم کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ کیا جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا' اسی کو مان لیا جائے گا؟ اگر یونہی ہے تو مسلمانوں نے کئی ایسے لوگوں کا انکار کیا' جنہوں نے خود کو نبی کہا تھا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب'

اسود عنسی، سجاح، اسحاق اخرس وغیرہ اور ابھی کچھ عرصہ قبل مدعی نبوت مرزا قادیانی، یہ سب اہل اسلام کے نزدیک اس دعویٰ نبوت کی وجہ سے مردود ہوئے۔ اگر یہ جھوٹے نبی ہیں تو معاذ اللہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام اور یہود و نصاریٰ دونوں محبوب کبریاء ﷺ کی نسبت یہ افترا کر سکتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے الزام لگایا بھی تھا۔ رحمت دو جہاں ﷺ سے پہلے تشریف لانے والے نبی مصدق بالنبیین (گزشتہ نبیوں کی تصدیق کرنے والے) اور مبشر بالنبیین (آنے والے انبیاء کی بشارت دینے والے) بن کر تشریف لائے، ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کے متعلق بتا دیا اور یہ بات موجودہ توراۃ وانجیل میں پائی جاتی ہے۔ موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے مصنفین نے جگہ جگہ لکھا۔ (یہ واقعہ اس لئے ہوا) تا کہ وہ نوشتہ پورا ہو جو فلاں نبی کی معرفت کہا گیا۔ مثلاً اعمال میں ہے۔ ''بھائیو! اس نوشتہ کا پورا ہونا ضرور تھا جو روح القدس نے داؤد کی زبانی اس یہوداہ کے حق میں پہلے سے کہا تھا جو یسوع کو پکڑنے والوں کا راہنما ہوا'' (اعمال باب ۱، آیت ۱۶)۔

آگے یہوداہ کی عبرت ناک ہلاکت کا واقعہ درج کرنے کے بعد لکھا (یہ اس لئے ہلاک ہوا) ''کیونکہ زبور میں لکھا ہے کہ اس کا گھر اجڑ جائے اور اس میں کوئی بسنے والا نہ رہے اور اس کا عہدہ دوسرا لے لے'' (اعمال باب ۱، آیت ۲۰)۔ یعنی ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد نبی آئے گا اور عیسائیوں کو آنے والے نبی کا انتظار بھی تھا۔ یوحنا کی انجیل میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا'' (ب ۱۶، آیت ۷)۔

دوسری جگہ ہے۔ ''اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو، اس کے بعد تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں'' (ب ۱۵، آیت ۲۹۔۳۰)۔

ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد تشریف لانے والے نبی، جو کہ کائنات کا سردار ہوگا کی بشارت دی مگر حاکم کائنات ﷺ نے اپنے بعد آنے والے کسی نبی کی بشارت نہیں دی، بلکہ فرمایا میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مزید فرمایا ''میرے بعد تیس دجال و کذاب ہوں گے (جو جھوٹا دعویٰ نبوت کریں گے)'' یہی وجہ ہے کہ مخبر صادق ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا ہر مدعی نبوت دجال و کذاب ہو گا، کیونکہ سید دو عالم خاتم الانبیاء ﷺ ہیں

☆ یایها النبی انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذیراه وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا ''اے نبی (ﷺ) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا مشاہدہ کرنے والا (گواہ) بنا کر اور

خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر"۔

اس آیہ کریمہ میں شاہ خوباں ﷺ کی بہت سی صفات بیان فرمائی گئی ہیں' ان کی تشریح کرنا بساط انسانی سے باہر ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ چند ایک وضاحتیں پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ قادر و کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ "اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا"۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ خالق تو وہی ہے نہ کہ کوئی اور' مگر اس جگہ خصوصیت سے اپنے محبوب نبی ﷺ کو یوں کیوں ارشاد فرمایا۔ یہ اس لئے کہ عام انسان کے دنیا میں آنے اور نبی کی تشریف آوری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صاحب نور العرفان ایک بہترین مثال پیش فرماتے ہیں۔ بحری جہاز میں سوار مسافر بھی ہوتے ہیں اور کپتان بھی مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ کپتان پیسے (تنخواہ) لے کر بیٹھتا ہے' جبکہ مسافر پیسے دے کر۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسافر پار لگنے کو بیٹھتا ہے اور کپتان پار لگانے کو۔ جہاز ایک ہے مگر سواروں کے منصب و مراتب جدا جدا ہیں۔ ہم دنیا میں آئے پار لگنے کے لئے اور نبی تشریف لائے پار لگانے کے لئے۔ پھر انبیاء اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بن کر آئے' فلہٰذا ان پر اعتراض' گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے' ان کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ان کی اطاعت خالق کائنات کی فرمانبرداری ہے' اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ "جس نے محبوب کبریاء ﷺ کی اطاعت کی وہی اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے"۔

دوسرے اس آیۂ کریمہ میں رحمت دو جہاں ﷺ کو شاہد فرمایا گیا۔ شاہد کا معنی گواہ بھی ہے یعنی شہادت دینے والا' اور حاضر بھی ہے' یعنی مشاہدہ کرنے والا محبوب بھی ہے' یہاں سبھی معنی بن سکتے ہیں۔ نمبر ایک شاہد بمعنی گواہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

☆ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابک علی ھؤلاء شھیدا "پس اس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب (ﷺ) تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے"۔

نمبر ۲ شاہد' بمعنی مشاہدہ کرنے والا۔ ایک تو مذکورہ آیۂ مبارکہ اس چیز کی شاہد (گواہ) ہے اور اسی طرح البقرہ کی ۱۴۳ آیۂ مبارکہ بھی کہ محبوب کبریاء ﷺ گواہ ہیں اور گواہی بغیر مشاہدہ کے ناممکن ہے وہ مشاہدہ خواہ بالعلم ہو یا بالبصر۔ بہر حال مشاہدہ ضروری ہے۔ پھر جو مشاہدات معراج کی شب فرمائے' وہ تصور انسانی سے ماورا ہیں۔ جنت و دوزخ کا مشاہدہ تو شاید ان مشاہدات کی نسبت کس درجہ میں ہو کیونکہ اس کا مشاہدہ زمین پر رہتے ہوئے بھی فرمایا۔

امام بخاری و امام مسلم رحمتہ اللہ علیہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں' اس میں یہ بھی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے صلوٰۃ الخسوف ادا فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز (دست مبارک بڑھا کر) پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے تو مالک دو جہاں ﷺ نے فرمایا (حالت نماز میں)۔

☆ **انی رائیت الجنة فتنا ولت منها عنقودا ولو اخذته لأكلتم منه ما بقيت الدنيا ورائيت النار فلم ار كاليوم منظرا قط افظع** ''میں نے جنت کو دیکھا' میں نے اس سے انگور کا ایک خوشہ لینے کا قصد کیا اور اگر میں اس کو لے لیتا (تو لیتا) تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے اور میں نے دوزخ کو دیکھا پس میں نے اس سے بڑھ کر ہولناک منظر کبھی نہیں دیکھا'' (مشکوۃ شریف)۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب' جہاں' جس شے کا چاہے اپنے محبوب ﷺ کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔

نمبر۳ شاہد بمعنی محبوب کبریاء (ﷺ)۔ یہ معنی بھی محبوب کریم ﷺ پر عین صادق آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے' اتنے میں آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ جب صحابہ کرام کے پاس پہنچے تو راحت دو جہاں ﷺ نے سنا کہ صحابہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا' دوسرا کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا' ایک کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ ایک نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ محبوب کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا ہے اور تم تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں' یہ درست ہے اور موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے ہیں' یہ بھی درست ہے اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں' یہ بھی درست ہے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا' یہ بھی صحیح ہے۔ خبردار (سن لو) اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں' فخر سے نہیں کہتا' قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا میں ہوں (یعنی میرے دست مبارک میں ہوگا اور فخر سے نہیں کہتا کہ آدم اور اس کے سوا بھی باقی تمام (انبیاء) اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی گئی ہے (یعنی شفاعت کا دروازہ میرے ہاتھ پر کھلے گا) مجھے فخر نہیں اور میں پہلا ہوں جو جنت کا دروازہ ہلاؤں گا اور میرے لئے وہ کھولا جائے گا (یعنی جنت بھی میرے لئے ہی کھولی جائے گی) اور اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں کرتا کہ میں اگلے اور پچھلوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین ہوں (ترمذی' داری' مشکوۃ)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''افضل الخلق ﷺ'' اور ''احسن الخلق ﷺ'' میں ملاحظہ کیجئے۔

ثابت ہوا شاہد کے یہ تینوں معنی رحمت کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائے جاتے ہیں۔ آیۂ زیر بحث میں شاہد کے بعد جو محبوب کریم ﷺ کی صفت مذکور ہوئی مبشر و نذیر ہے یعنی خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والے۔ پچھلی آیۂ مبارکہ کے تحت یہ درج کیا جا چکا ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ کی

جدید نبی کی بشارت لے کر نہیں آئے بلکہ سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر مکمل ہو چکا ہے اور اس جگہ جو محبوب کریم ﷺ کو مبشر فرمایا گیا ہے تو ان معنی میں کہ اہل ایمان کو جنت کی بشارت دینے والے اسی لئے ساتھ ہی نذیر کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ نافرمانوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ داعیا الی اللہ باذنہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اس کے حکم کے ساتھ۔ فی الحقیقت یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام میں پائی گئی کہ ان تمام کی بعث مبارکہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلائیں، مگر رحمت دو جہاں ﷺ کی اس صفت مبارکہ کا خصوصیت کے ساتھ کتب سابقہ میں بھی ذکر ہوا کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کسی ایک زمانے یا علاقے تک محدود نہیں جیسے کہ انبیاء بنی اسرائیل صرف مخصوص علاقوں میں مبعوث فرمائے گئے۔ خود عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا'' (متی کی انجیل، باب ۱۵، آیت ۲۴)۔ لیکن نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ تبرك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا ''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو (بندہ) سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے''۔

☆ ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمین ''(اے محبوب ﷺ)! ہم نے آپ کو بھیجا تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر''۔

☆ ایک اور جگہ یوں فرمایا۔ قل یآیها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا ''(اے محبوب ﷺ) آپ فرما دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔

☆ مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین میں بحوالہ مسلم شریف میں ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا۔ وارسلت الی الخلق کافة ''اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں''۔

موجودہ انجیل میں ہے ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں'' (یوحنا کی انجیل باب ۱۴، آیت ۳۰)۔ دوسری جگہ ہے۔ ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا'' (انجیل یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۳)۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا اگرچہ داعیا الی الله تو تمام انبیاء علیہم السلام تھے مگر امام الانبیاء ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ داعیا الی الله باذنه کے بعد محبوب کریم ﷺ کی صفت سراجا منیرا ذکر فرمائی گئی جس کا معنی بنتا ہے چمکتا ہوا سورج یا روشن چراغ۔

بیشک پیکر جمال و کمال ﷺ وہ آفتاب ہدایت ہیں کہ جس سے انتہائی دبیر تاریکی کفر و شرک چھٹ گئی۔ ایک ہی نظر سے نہ جانے کتنے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما دیا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

☆ قد جآء کم من الله نور وکتاب مبین ''(اے لوگو)! بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نوراور روشن کتاب آ گئی"۔

جمہور مفسرین کرام متفق ہیں کہ اس جگہ نور سے مراد ذات سرور کائنات ﷺ ہے۔ گویا کہیں تو انہیں سراج منیر اور کہیں نور مبین کہا گیا ہے۔

☆ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یآیھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما "بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں رسول اللہ (ﷺ) پر اے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب درود وسلام بھیجو"۔

محترم قارئین کرام! قرآن مجید فرقان حمید میں پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو بہت سے حکم دیئے۔ مثلاً نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج کرو اور ایمان لاؤ وغیرہ وغیرہ، مگر کہیں بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی کرو اور ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں تو اے اہل ایمان تم بھی کرو۔ صرف درود شریف ہی کے لئے یہ ارشاد ہوا کہ ہم بھی بھیجتے ہیں اور ہمارے فرشتے بھی، اے ایمان والو تم بھی بھیجو۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کام ایسا نہیں کہ جس میں رب تعالیٰ اور بندہ مشترک ہو۔ اللہ تعالیٰ والا کام بندہ نہیں کرسکتا اور بندے والے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی شان بلند و بالا ہے، مثلاً رب تعالیٰ کا کام پیدا کرنا، رزق دینا، مارنا اور زندہ کرنا وغیرہ ہے، جبکہ بندہ یہ کام نہیں کرسکتا، جبکہ بندے کا کام عبادت کرنا، اطاعت کرنا وغیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان افعال سے پاک ومنزہ ہے۔ یہ صرف درود شریف ہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے حکم دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا درود ہے رحمت نازل کرنا اور فرشتوں اور انسانوں کا درود، طلب رحمت ہے، مگر ایک مخصوص تعلق ہر جگہ کارفرما ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں ایک عجیب نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے محبوب پر رحمت بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے اور تم بھی ہمارے محبوب ﷺ کے لئے طلب رحمت کیا کرو، حالانکہ مانگی تو وہ چیز جاتی ہے جو پہلے حاصل نہ ہو، محبوب کبریاء ﷺ پر تو اتنی عظیم رحمت کا نزول ہوا کہ ان کو رحمۃ للعالمین بنا دیا۔ پھر ہمیں کیوں حکم ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے لئے دعائے رحمت کریں گے تو کوئی بڑی بات نہیں کہ رحمت الٰہی جوش میں آجائے اور جو رحمت محبوب ﷺ پر برس رہی ہے ان کے صدقہ سے کوئی چھینٹا ہم پر بھی پڑ جائے اور یوں ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔ درود وسلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ اگر تفصیل دیکھنا مقصود ہو تو ملاحظہ فرمائیں درود پاک کے موضوع پر ہماری دیگر کتابیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا، جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے (رواہ النسائی)۔

☆ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں سلام عرض کرنے

والے کا جواب دیتا ہوں۔

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راحت جاں ﷺ نے فرمایا۔ سخت ترین بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی' مشکوٰۃ)۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس کا کوئی بھی حصہ بارگاہ قبولیت میں نہیں پہنچتا جب تک کہ محبوب کبریاء ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے (ترمذی)۔

☆ شفاء شریف میں انہی سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ نماز بھی بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی (شفاء قاضی عیاض)۔

☆ حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو۔ اس لئے کہ جمعہ کا دن حاضر کیا گیا ہے اور فرشتے بھی اس دن حاضر ہوتے ہیں اور بیشک جو کوئی (مسلمان) مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ درود میرے پاس پیش کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ پڑھنے والا فارغ ہو جاتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' کیا رحلت کے بعد بھی' تو ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے (ابن ماجہ)۔

☆ وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون ''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو کہ (تمام) انسانوں کو گھیر نے والی ہے (آپ تشریف لائے) خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی گئی ہیں جو کہ مجھ سے قبل کسی کو نہ ملیں۔ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ مین مدد کیا گیا ہوں' میرے لئے زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور پاک کر دی گئی ہے' میری امت میں سے جس پر نماز کا وقت آئے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ میرے لئے غنائم حلال کر دیئے گئے' مجھ سے قبل کسی نبی کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت کبریٰ کا حق دیا گیا اور دیگر نبی خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے جبکہ میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں (بخاری و مسلم شریف)۔ مزید تفصیل ہماری کتاب ''خصائص محبوب ﷺ'' ''معجزات محبوب ﷺ'' اور ''افضل الخلق'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر چہ نبی کریم ﷺ کو خالق کائنات نے بہت سے خصائص عطا فرمائے۔ مثلاً جوامع الکلم' ختم نبوت' سیادت انبیاء' سب انبیاء سے قبل پیدائش اور سب سے آخر بعثت' معراج شریف' سب سے زیادہ امت

والے، سب سے قبل جنت میں جانے والے وغیرہ وغیرہ۔ بے شمار خصائص ہیں مگر اس جگہ پانچ مخصوص خصائص کا ذکر فرمایا گیا۔ زمین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اور پاکیزہ کر دی گئی ہے یعنی دیگر اقوام یہود و نصاریٰ کی طرح نماز کے لئے گرجا گھر یا کسی خاص معبد خانہ میں جانا ضروری نہیں بلکہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسجد کے برابر ثواب تو نہیں لیکن نماز ہو ضرور جائے گی۔ اس طرح اگر پانی پر قدرت نہیں تو تیمم کر لو، اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ تمہیں پاک فرما دے گا اور یہ ہر وہ کہ جس پر لفظ انسان صادق آتا ہے۔ آپ ﷺ کی امت دعوت میں شامل ہے۔

☆ یـایهـا الـذین امنوا لاتقدموا بین یدی الله ورسوله واتقوالله ان الله سمیع عـلـیـم ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے''۔

اس آیۂ مبارکہ کے بعض شان نزول نقل کئے گئے ہیں جن میں یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے عید الضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل ہی قربانی کر دی تھی، ان کو منع کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق بعض لوگ یوم الشک یعنی رمضان سے ایک روز قبل روزہ رکھتے تھے کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، ان کو منع کیا گیا اور ممکن ہے کہ ان تمام باتوں سے ممانعت کی گئی ہو۔ حاصل یہ کہ اے ایمان والو! کسی بھی صورت میں محبوب کریم ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، نہ حکم دینے میں نہ دین سمجھنے سمجھانے میں، نہ راستہ چلنے میں، نہ فیصلہ کرنے میں، نہ گفتگو کرنے میں حتیٰ کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ مرض وفات شریف میں رحمت دو جہاں ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت فرمانے کا حکم دیا۔ ایک روز عین حالت نماز میں جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت فرما رہے تھے محبوب دو جہاں ﷺ تشریف لے آئے، اسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقتدی بن گئے اور امام الانبیاء ﷺ امام۔ یہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، مگر سوائے امام الانبیاء ﷺ کے کسی نے امامت نہ فرمائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام مؤذن تھے تو سید الانبیاء ﷺ امام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی۔ ہاں البتہ اگر خود سید البشر ﷺ کسی غلام کو آگے فرما دیں تو الحکم فوق الادب کے مصداق صحیح ہوگا جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہجرت کی شب غار ثور میں پہلے داخل ہوئے یا خود مالک دو جہاں ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جماعت کروانے کا حکم دیا اور دوسری توجہ طلب اس آیۂ کریمہ میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آگے نہ بڑھو۔ جبکہ ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت واطراف وغیرہ سے پاک و منزہ ہے اور اس سے آگے بڑھنا غیر ممکن ہے۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے محبوب ﷺ کی معرفت تمہارے پاس کوئی حکم نہ آ جائے خود ہی فیصلہ نہ کر لیا کرو اور

دوسرے یہ کہ محبوب کبریاء ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ عبدِ خاص ہیں کہ ان کی گستاخی بارگاہ رب العزت میں مردود ہونے کا باعث ہے۔

☆ یـایـهـاالـذیـن امـنـوا لا تـرفـعـوا اصـواتـکـم فوق صوت النبی ولا تـجـهـرو الـه بـالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو محبوب کریم ﷺ کی آواز مبارک سے بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

☆ کتب تفاسیر میں ہے کہ ایک بار بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کے دوران صدیق و فاروق صحابہ کرام کی آوازیں کچھ بلند ہو گئیں، تب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اس سے دربار مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے آداب خود خدائے لم یزل سکھاتا ہے اور یہ قیامت تک کے لئے ہے۔ آج بھی زائرین کرام جب محبوب ﷺ پر شرف حاضری پاتے ہیں تو انتہائی ادب واحترام سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس آیۂ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد یہ دونوں صحابہ یعنی صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم اتنی آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ جیسے سرگوشی کر رہے ہوں (روح البیان)۔

☆ علامہ ابن جریر نے حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کے حوالہ سے بیان کیا اور اسے امام محی السنۃ نے بھی ذکر فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (جو کہ بہرے تھے اور بلند آوازی سے گفتگو کرنے کے عادی تھے) راستہ ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے اور رونے کا سبب پوچھا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ شاید میرے لئے ہی نازل ہوئی ہے کیونکہ میری آواز اونچی ہے اور مجھے اپنے اعمال کے برباد ہو جانے اور دوزخی ہو جانے کا ڈر ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ ادھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر گریہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ انہوں نے (گھر جا کر) اپنی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی سے کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے باندھنے کی جگہ چلو اور گھوڑے کا رسہ مضبوطی سے میرے پاؤں کو باندھ کر کھونٹے سے کس دو (حسب الحکم) جمیلہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہی کیا۔ حضرت ثابت نے کہا، اب میں باہر نہ نکلوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے یا میرے آقا محبوب کریم ﷺ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ محبوب کبریاء ﷺ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر ثابت کو بلا لاؤ، حسب الحکم حضرت عاصم اسی جگہ گئے جہاں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، جب وہ وہاں نہ ملے تو ان کے گھر گئے۔ جا کر دیکھا تو ثابت گھوڑے کی کوٹھری میں بند ہیں۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں محسن کائنات ﷺ طلب فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت رضی

اللہ عنہ نے کہا کہ یہ رسہ توڑ دو۔ اس کے بعد دونوں جان کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ثابت تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری آواز اونچی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی۔ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل ستائش زندگی گزارو گے اور شہادت پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ثابت نے کہا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی خوشخبری پر راضی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے آئندہ کبھی بلند آواز سے نہ بولوں گا۔ اس جگہ یہ بھی عرض کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے آئندہ کی باتیں جاننے والے محبوب کبریاء ﷺ کی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں بارہ میں خبر زمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پوری ہوگئی۔ آپ جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔

☆ امام طبری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جنگ یمامہ کے روز حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک نفیس زرہ تھی۔ شہادت کے بعد ایک مسلمان ان کے پاس سے گزرا تو اس نے اس زرہ کو اتار لیا۔ جنگ کے بعد لشکر اسلام کے ایک آدمی کو خواب میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اور یہ خواب (جو تو دیکھ رہا ہے) نیک اور اچھا ہے۔ میری وصیت کو ضائع نہ کرنا۔ تم جان لو کہ جب میں شہید ہو گیا تو فلاں شخص نے میری زرہ اتار لی ہے اس کا گھر فلاں کونے میں فلاں جگہ پر واقع ہے۔ اس کے پاس ایسا گھوڑا ہے جو اتنی بڑی رسی کے برابر چھلانگ لگاتا ہے کہ جس سے گھوڑا باندھا جائے' وہ اسے (لمبی رسی کے ساتھ) چھوڑ دیتا ہے کہ جہاں چاہے چرے اور میری زرہ کے اوپر اس نے ایک دیگ رکھی ہے اور اس دیگ پر ایک اور دیگ رکھی ہوئی ہے۔ ایسی ایسی شکل وصورت کا وہ آدمی ہے اور ان علامات والی وہ زرہ ہے۔ یہ سب کچھ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب میں اس آدمی کو بتا دیا اور یہ بھی کہا کہ تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ وہ میری زرہ اس شخص سے لے لیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ وہ میری زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت سے میرا فلاں قرض ادا کر دیں اور (بقیہ رقم) غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔ وہ شخص جب خواب سے بیدار ہوا تو حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بتائے ہوئے پتہ اور نشان کے مطابق آدمی بھیج کر وہ زرہ برآمد کروالی۔ سب بعینہ وہی وہی کچھ تھا جو خواب میں بتا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا تو انہوں نے وصیت کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا (مدارج النبوۃ' تفسیر مظہری جلد یازدہم)۔

محترم قارئین کرام! اندازہ فرمائیے کہ یہ حال تو ان کے غلاموں کا تھا' خود محبوب دو جہاں ﷺ کی کیا

شان ہوگی؟

☆ ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ''بیشک جولوگ (یارسول اللہ ﷺ) آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل (جاہل) ہیں''۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ محرم الحرام ۹ ہجری میں محبوب کریم ﷺ نے ان قبائل کی طرف جو مسلمان ہوگئے تھے۔ عمال مقرر فرمائے تاکہ وہ اس قبائل سے زکوٰۃ وصول کریں اور عمال کو نصیحت فرمائی کہ پرہیزگاری اختیار کریں اور کسی سے اعلیٰ مال کا مطالبہ نہ کریں۔ ان عاملین زکوٰۃ میں حضرت بشیر بن سفیان کعبی بھی تھے جن کو خزاعہ کی شاخ بنی کعب کی طرف روانہ فرمایا۔ بنوکعب نے مال زکوٰۃ ادا کردیا مگر خاندان بنوتمیم والوں نے وہ مال چھین لیا اور کہا کہ اللہ کی قسم ہم یہاں سے ایک اونٹ بھی محبوب کبریاء ﷺ تک نہ پہنچنے دیں گے۔ بنوکعب نے ان کو بہت سمجھایا' مگر بنوتمیم نہ مانے۔ بشیر بن سفیان نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر تمام واقعہ عرض کردیا۔ یہ واقعہ سن کر مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا بنی تمیم سے کون انتقام لینے جاتا ہے؟ حینیہ بن حصین فزاری نے عرض کیا میں ان کے تعاقب میں جاتا ہوں اور اللہ کی قسم ان کو بہت جلد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر کردوں گا۔ مالک دوجہاں ﷺ نے حضرت حینیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پچاس مجاہدین کا دستہ روانہ فرمایا چنانچہ یہ حضرات وہاں پہنچے اور گیارہ مردوں اور پندرہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کرلائے۔ بروایت دیگر گیارہ عورتیں مذکور ہیں۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ ان قیدیوں کی رہائی کے مطالبے کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ فصیح و بلیغ شاعر اور خطیب اقرع بن حابس کو بھی لائے تھے تاکہ اہل مدینہ کے ساتھ اپنی بڑائی ثابت کریں۔ یہ لوگ دوپہر کے وقت مسجد نبوی شریفہ میں پہنچے۔ مالک کائنات محبوب کبریاء ﷺ آرام فرمارہے تھے۔ انہوں نے حجرات مقدسہ کے آگے شور مچانا شروع کردیا کہ اے محمد ﷺ باہر آؤ اور ہمارے قیدی آزاد کرو۔ صحابہ کرام نے لاکھ سمجھایا کہ آپ نماز ظہر کے لئے تشریف لائیں گے' تب بات کرلینا' مگر وہ حجرات مقدسہ کے آگے بھاگے پھرتے اور شور مچاتے تھے۔ ان کی آواز سن کر محبوب کبریاء ﷺ باہر تشریف لائے (کچھ دیر بعد) نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد صحن مسجد میں اقامت فرمائی۔ اقرع بن حابس نے آغاز گفتگو کیا اور کہا کہ جس کی ہم تعریف کریں وہ باعث عزت ہے اور جس کی توہین کریں وہ باعث ذلت ہے۔ مالک دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ یہ صفت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ تم بتاؤ کہ چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے خطیب و شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ مقابلہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شعر گوئی یا مفاخرت کے لئے پیدا نہیں ہوا' اس کے باوجود لاؤ تمہارے پاس کیا لیاقت ہے؟ بنی تمیم کی طرف سے عطارد بن حاجب جوان کا خطیب اور فصیح ترین شخص تھا' اٹھا اور خطبہ دیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو شاہ خوباں ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (جن کا ذکر پچھلی آیت میں گزر چکا ہے) کو حکم دیا کہ ان کے خطیب کا جواب دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ ایسا بہترین خطبہ دیا کہ بنی تمیم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پھر ان کا

شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور فخریہ اشعار پڑھے۔ اس پر مالک دو جہاں ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے فی البدیہہ قصیدہ غرآ ان کے جواب میں پڑھا۔ پھر ان کی طرف سے اقرع بن حابس کھڑا ہوا اور چند فخریہ اشعار پڑھے۔ بارگاہ اقدس کی اجازت سے جوابا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو اشعار پڑھے وہ پہلے سے بھی زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ اس پر اقرع بن حابس نے کہا۔ خدا کی قسم محمد ﷺ کی عالم الغیب سے تائید و نصرت کی جاتی ہے اور کوئی فضیلت و کرامت نہیں جو ان کو نہ دی گئی ہو۔ آپ ﷺ کی ہر شے ہماری ہر شے سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر وہ مقام انصاف میں آئے اور مطیع و فرمانبردار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے نہ صرف ان کے قیدیوں کو رہا فرما دیا بلکہ ان کو لائق انعام و اکرام سے بھی سرفراز فرمایا۔ مذکورہ بالا آیۂ کریمہ ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی اور اس کے بعد والی آیۂ کریمہ میں ان کی مغفرت کا اعلان بھی فرمایا گیا (مدارج النبوۃ جلد۲)۔

ان کی مغفرت فرمانے کی وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو یہ کہ اسلام قبول کرنا' زمانہ کفر کے تمام گناہوں کی معافی کا سبب ہے اور دوسرے یہ کہ یہ غلطی ان سے قانون بننے سے قبل واقع ہوئی۔ اس کے بعد گویا قانون بنا دیا گیا کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ چنانچہ اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بوقت ضرورت شدید) اپنے ناخنوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے تھے یا پھر باہر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے۔ اگر مالک کائنات ﷺ باہر تشریف لے آتے تو ٹھیک ورنہ واپس آ جاتے۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''آداب محبوب ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ انك لعلى خلق عظيم ''بیشک آپ کا اخلاق بہت بڑی عظمت و شان والا ہے''۔

حدیث پاک میں ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ''میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''یعنی آپ ﷺ محض صاحب خلق عظیم ہی نہیں بلکہ تمام اقسام اخلاق مثلاً سخاوت' شجاعت' رحم' عفو' صبر' احسان' صدق' حوصلہ' عفت' عدالت' دیانت' زہد و تقویٰ' استقامت' حلم' حکمت وغیرہ اور دیگر تمام محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے تشریف لائے۔

خلق عربی میں عادت کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اچھے کام خود بخود ہوا کریں' فاعل کو تکلف سے کام نہ لینا پڑے۔ اس لحاظ سے آیۂ زیر بحث کا مطلب یہ ہوگا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ سے جو بھی افعال مبارکہ صادر ہوتے ہیں یعنی سخاوت فرمانا' جان کے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دینا' بدلہ لینے کے بجائے عفو و کرم کا مظاہرہ فرمایا' دشمنان دین کے ساتھ انتہائی بہادری اور استقامت و شجاعت سے نبرد آزما ہونا' ایفائے عہد اتنا بے مثال کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہاں ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں فرمایا ٹھیک ہے تمہارے آنے تک ہم یہاں ٹھہریں گے۔ وہ آدمی گھر کسی کام میں مشغول ہو گیا۔ تیسرے دن یاد آیا کہ میں نے تو صادق و امین رحمۃ للعالمین ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی حاضر ہوتا ہوں' چنانچہ جب وہ تیسرے دن اس جگہ پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نور مجسم رحمت دو عالم ﷺ تین دن سے

اسی جگہ بیٹھے اس کا انتظار فرما رہے ہیں (تفسیر مظہری جلد نمبر ۱۲ میں ابوداؤد کے حوالہ سے نقل ہے کہ وعدہ کرنے والے صاحب عبداللہ بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایمان لانے کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا)۔

سبحان اللہ! محترم قارئین کرام! اتنا بے مثال ایفائے عہد فرمانا' امانت و دیانت داری' اتنے عظیم کردار والے کہ جان کے دشمن بھی صادق و امین کہیں اور ایسے ہی دیگر تمام صفات مبارکہ آپ ﷺ کی عادت کریمہ میں آپ ﷺ کو ان افعال میں تکلف سے کام نہیں لینا پڑھتا۔ اسی بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ (بتادو) وما انا من المتکلفین یعنی میں اپنے اخلاق میں تکلف سے کام نہیں لیتا۔ آیۂ زیر بحث میں لفظ عظیم اس طرف اشارہ ہے کہ اخلاق محبوب کریم ﷺ کا مکمل احاطہ وادراک طاقت انسانی سے ماورئی ہے۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے عرض کیا تھا کہ بتائیے راحت جاں ﷺ کا اخلاق مبارکہ کیسا تھا؟ تو جواباً ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کان خلقه القران یعنی آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ ان الفاظ کے اگر ظاہری معنی پر بھی غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ محسن کائنات ﷺ قرآن پاک کی ایک مکمل ترین عملی تفسیر تھے۔ مدارج میں ہے کہ ظاہری معنی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں مکارم اخلاق اور صفات محمودہ مذکورہ ہیں۔ آپ ﷺ ان تمام اوصاف سے متصف ہیں اور حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ کسی مخلوق کا فہم وقیاس محبوب کریم ﷺ کے مقام حقیقت اور آپ ﷺ کے حال کی عظمت تک نہیں پہنچ سکتا اور محبوب کبریاء ﷺ کو بجز خدائے لم یزل کے کما حقہ کوئی بھی نہیں پہچان سکتا (مدارج النبوۃ)۔

☆ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول "(اللہ تعالٰی) غیب کا جاننے والا ہے' پس وہ اپنے (علم) غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے"۔

محترم قارئین کرام! علماء امت مسلمہ کا اس چیز پر مکمل اتفاق ہے کہ علم غیب اللہ تعالٰی کا خاصہ ہے اور اللہ تعالٰی کے بتائے بغیر کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ آیہ مذکورہ بالا کے مطابق یہ ثابت ہے کہ خالق کائنات رب قادر وکریم اپنے غیوب سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مطلع فرماتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء تفسیر کے نزدیک غیب وہ ہے جو حواسِ خمسہ اور محض عقل سے معلوم نہ ہو سکے جیسے کہ جنت' دوزخ اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے بہت سے واقعات جیسے قیامت وغیرہ۔ سورۃ لقمان کے آخر میں ان کی تفصیل مذکور ہے' مگر خالقِ کائنات اللہ قادر وکریم ان میں سے جسے چاہے اپنے رسولوں کو عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اسی بات کو سورۃ آل عمران کی آیہ مبارکہ ۱۷۹ میں یوں فرمایا گیا ہے۔ "اور اللہ تعالٰی کی یہ شان نہیں کہ تم عام لوگوں کو علوم غیب پر مطلع فرمائے' ہاں البتہ اللہ تعالٰی اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (علوم غیبیہ

عطا فرمانے کے لئے) چن لیتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ''۔ موجودہ انجیل مقدس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا'' (یوحنا کی انجیل باب ۱۶، ۷۔۸)۔ اسی باب کی آیت ۱۴ میں ہے۔ ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے (کچھ) نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا''۔

رحمت دو جہاں ﷺ کی شان مبارکہ میں مذکورہ انجیل مقدس کی ان آیات کی تصدیق ایک تو آیۂ زیر بحث سے ہوتی ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور دوسرے سورۃ النجم کی آیۂ مبارکہ ۳ سے کہ ''یہ محبوب کریم ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے، وہی کچھ فرماتے ہیں جو اللہ قادر وکریم کی طرف سے وحی کی جاتی ہے''۔ ظاہر ہے کہ جب علوم غیبیہ خود خدائے لم یزل عطا فرمانے والا ہو تو غلطی کا امکان ہی نہیں رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ مخبر صادق ﷺ نے جو بھی پیش گوئیاں فرمائیں، وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئیں، اور ہورہی ہیں اور یہ چیزیں محبوب کبریاء ﷺ کی نبوت کی واضح ترین دلیل ہے۔

محترم قارئین کرام! اللہ قادر وکریم نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سید الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو نوع بشر کو صراط مستقیم دکھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ ہم مسلمان ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی بھی نبی برحق کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ لا نفرق بین احد من رسله کہ ''ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے کسی رسول پر بھی ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے'' کے مطابق تمام انبیاء کرام کو نفس رسالت ونبوت میں یکساں مانتے ہیں، یعنی یوں نہیں کہ کسی کو عارضی، ظلی اور کسی کو مستقل بلکہ تمام کو اللہ قادر وکریم کے برگزیدہ پیغمبر تصور کرتے ہیں۔ کسی بھی نبی کی شان اس نیت سے بیان کرنا کہ دوسرے نبی کی توہین مقصود ہو، ناجائز وحرام تصور کرتے ہیں، لیکن انبیاء کرام کے باہمی درجات کو ضرور تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ یہ چیز خود اللہ قادر وکریم نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمائی۔

☆ تلك الرسول فضلنا بعضم علی بعض، منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجت؁ وتينا عيسى ابن مريم لبينت وايدنه بروح القدس؁ ''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں سے کسی سے (تو) اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے (سب سے) بلند درجہ عطا فرمایا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس (پاکیزہ) روح سے ان کی مدد فرمائی''۔

اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہاں کچھ فضائل محبوب کریم ﷺ نقل کیئے ہیں۔ اولاً یہ بات ضرور ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کوئی بھی مخلوق محبوب کائنات ﷺ کے فضائل کما حقہ بیان نہیں کرسکتی کیونکہ

ان کے فضائل میں خود خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔ ورفعنالك ذكرت "(اے محبوب ﷺ) اور ہم نے تمہارے لئے ذکر کو بلند فرمایا دیا" (الانشراح)۔

قرآن اور صاحب قرآن

محترم قارئین کرام! جمہور اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن پاک تمام آسمانی کتابوں میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس کی نسبت محبوب کریم ﷺ کی طرف ہے اور یہ سرور کائنات ﷺ کی کتاب ہے۔ کیونکہ اگر یہ صرف اس لئے ہی بے مثل اور بے نظیر ہوتا کہ یہ کلام الٰہی ہے تو تورات، زبور اور انجیل بھی تو کلام الٰہی ہیں۔ مگر ہم کتاب کی مثل لانے کے لئے کفار کو متحدی اور اعلان عام کیا گیا ہے وہ نہ تورات کے لئے ہے اور نہ ہی زبور وانجیل کے لئے۔

مالک دو جہاں ﷺ نے چاند کو توڑا، خدا نے کفار کہ کو یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی توڑ کر دکھاؤ۔ سید المرسلین ﷺ نے پتھروں کو پانی پر تیرایا۔ خدا نے یہ نہیں (بتایا کہ تم بھی ایس اکر کے دکھاؤ)۔ شہنشاہ کون و مکان ﷺ سے جلی ہوئی کھجور کو اگایا۔ اللہ قادر و کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی ایسا کر کے دکھاؤ۔ مگر جب رحمت دو جہاں ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت کرنا شروع کی اور کفار مکہ نے اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے ایک عام اعلان کروایا۔

قل لئن اجتمعت النس والجن عصى ان ياوابمثل هذا ا القران لا ياتون بمثله و لوكان بعضهم لبعض ظهيراط "اے محبوب (ﷺ) اعلان کر دو کہ اگر ساری دنیا کے انسان اور جن تک دوستے کی کے مددگار بن کر بھی کوشش کریں کہ ایسا قرآن سے آ وتو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لوگر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت ومحبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں ﷺ
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارِج اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہِ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب ﷺ کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات ﷺ
☆	باعث تسکینِ دل و جان ﷺ	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن